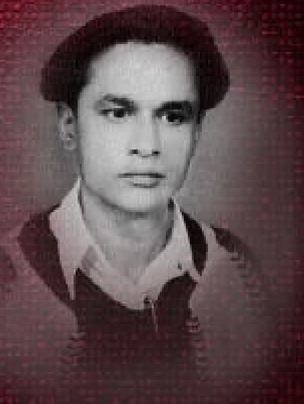
نقشِ اوّل

(1948 سے 1973 کے کلام پر مشتمل)



ڈاکٹر علیم عثمانی

(مرتب اختر جمال عثمانی)

Internet Edition 2017 by Yasir Jamal Usmani

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نقش اول

(1948 سے 1973 کے کلام پر مشتمل)

ڈاکٹر علیم عثمانی

(مرتب اختر جمال عثمانی)

تفصیلات

نام کتاب	:	نقش اول
مصنف :	:	ڈاکٹر علیم عثمانی
مرتب و ناشر	:	اختر جمال عثمانی +919450191754
مکمل پتہ	:	1270 A رفیع نگر، دیوہ روڈ ،بارہ بنکی
تعداد	:	1000
صفحات	:	144
قیمت	:	-/160
سنِ اشاعت	:	2017
کتابت	:	اختر جمال عثمانی
سرورق	:	یاسر جمال عثمانی

ملنے کا پتہ

دانش محل، امین آباد، لکھنو

انتساب

مرحوم والدِ گرامی کے
احباب

جناب ڈاکٹر ضیاء الدین صاحب
جناب معراج وارثی صاحب
جناب مولوی عبدالقادر زبیری صاحب
جناب ڈاکٹر رام کشن سماجی صاحب
جناب کوثر نظامی صاحب

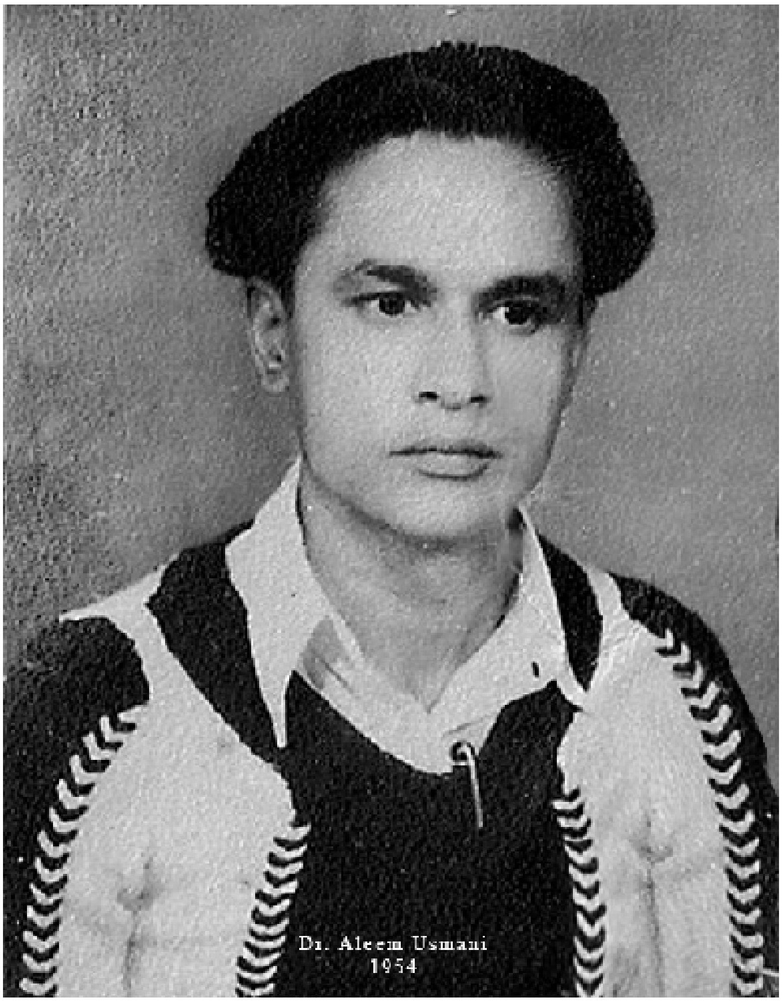
کے نام

جو کہ آج اس دنیا میں نہیں ہیں اور خاکسار کو بچپن میں
جنکی بے پناہ شفقتیں حاصل رہیں

اختر جمال عثمانی

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم



ڈاکٹر علیمؔ عثمانی

(1954)

مختصر حالاتِ زندگی وشاعری



ڈاکٹر علیمؔ عثمانی

ڈاکٹر نذیر احمد ندوی

شعبۂ عربی دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ۔ یوپی

یادش بخیر!

ڈاکٹر محمد عبدالعلیم عثمانی جو ادبی وشعری دنیا میں علیمؔ عثمانی کے نام سے مشہور تھے، نہ صرف طبیب حاذق، کامیاب ہومیو پیتھ معالج، بلکہ معروف ومقبول کہنہ مشق شاعر تھے۔ ان کی شخصیت باغ و بہار، طبیعت مرنجان مرنج، آواز سامعہ نواز اور انداز دلنواز تھا۔ بارگاہ ایزدی سے اگر انھیں ایک طرف جمال ظاہر سے سرفراز کیا گیا تھا تو دوسری طرف دست قدرت نے انھیں بڑی فیاضی سے حسن باطن سے نواز اتھا، اس طرح وہ حسنِ صَوت

وصورت اور خوبیٔ سیرت سے مالا مال تھے۔

ان کی طبیعت میں بلا کی موزونیت تھی ،اس لئے شعر و شاعری سے انھیں فطری مناسبت اور قلبی لگاؤ تھا ،کم عمری اور زمانہ طالب علمی ہی سے انہوں نے شعر گوئی کے میدان میں قدم رکھ دیا تھا اور گیسوئے سخن کو سنوارنا شروع کر دیا تھا۔اس طرح وہ آغاز شباب ہی سے اہل سخن سے داد تحسین حاصل کرنے لگے تھے۔

موصوف اپنے بارے میں رقم طراز ہیں:

''مجھے اوائل عمری سے شعر سننے ،شعر پڑھنے اور شعر کہنے کا شوق رہا اور میں اپنے اشعار اپنے کرم فرماؤں اور مخلصوں کے درمیان سناتا رہا۔لوگ میری حوصلہ افزائی کرتے رہے''۔

شعر و شاعری نے انھیں آداب شاعری سکھائے تھے اور اس کے اسرار و رموز سے آگاہ کر دیا تھا۔یہی وجہ ہے کہ ایک ''استاذ شاعر'' ہونے کے باوجود انہوں نے شعر و شاعری میں کسی استاذ سے اصلاح نہیں لی۔

ان کی شاعری میں تجدد اور تنوع تھا، ہر صنف سخن میں انہوں نے طبع آزمائی کی ۔روایتی غزل گوئی میں فرد وطاق ہونے کے ساتھ نعت گوئی میں بڑے ماہر ومشاق تھے۔

ان کی شاعری میں غم دوراں وغم جاناں کا حسین امتزاج ہے۔جناب محمد اصغر صاحب عثمانی نے بزم عزیز کے تعزیتی جلسہ کے موقع پر اپنے خطبۂ صدارت میں ان کی غزلیہ شاعری کو ان الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا۔''مرحوم نے روایتی غزل میں تغزل کا بھر پور استعمال کیا، وہ غزل جو میرؔ و غالبؔ سے ہوتے ہوئے جگرؔ اور خمارؔ تک پہنچی اس کو امانت کی طرح آخری دم تک سنبھالے رہے''۔

ڈاکٹر صاحب اپنے کلام کی پختگی ،مضامین کی آمد اور اسلوب کی سلاست کی

بدولت ہر بزم میں ''مرکزِ توجہ'' بن جاتے تھے۔یہی وجہ ہے کہ ان کے اپنے ہم عصر مشہور شعراء سے گہرے مراسم تھے۔جو نہ صرف ان کے شعری محاسن کے معترف بلکہ ان کے فنی کمالات کے مدّاح بھی رہے ہیں۔جانشین حضرت اؔفقر موہانی جناب عزؔیز بارہ بنکوی ان کی شاعری کو ان الفاظ میں دادِ تحسین دیتے ہیں۔''ان کی مشق سخن کافی ہے،اشعار تمام نقائص سے پاک وصاف ہوتے ہیں''۔نیز ان کی شعر نوازی اور شعراء پروری کو یوں سندِ توصیف عطا کرتے ہیں:۔

''ان کی وجہ سے مجھے بڑی تقویت حاصل ہے،قرب وجوار میں اپنی محنت سے شاعری کو زندہ کئے ہوئے ہیں۔''

اگر انہوں نے اپنی نظمیں ،نعتیں اور غزلیں محفوظ رکھنے کی جانب توجہ کی ہوتی تو اب تک ان کے کئی شعری مجموعے تیار ہو چکے ہوتے۔

ان کی غزلوں کا ایک مجموعہ ''دیوار'' ۱۹۹۵ء میں زیورِ طبع سے آراستہ ہوکر مقبول اہل نظر ہو چکا ہے۔جلد ہی غزلوں کے دو مجموعے اور نعتیہ کلام کا ایک مجموعہ تیار ہوکر منظر عام پر آنے والا ہے۔

ڈاکٹر صاحب نے ''بزمِ بہارِ سخن'' کے نام سے ایک ادبی انجمن قائم کی تھی جس سے اودھ کے لکھنؤ و بارہ بنکی اضلاع اور ان کے اطراف سے تعلق رکھنے والے نامور شعراء وابستہ تھے جس کی ماہانہ نشستوں میں جس طرح کہنہ مشق شعراء اپنے کلام سے سامعین کو محظوظ کرتے تھے ،اُسی طرح نوآموز شعراء ان کی رہنمائی وسرپرستی میں مشق سخن کیا کرتے تھے،اس طرح نہ جانے کتنے تازہ واردانِ بساطِ سخن ان کی اصلاح وتصحیح نیز تشجیع وتحریک سے سخنورانِ غزل اور شہنشاہانِ اقلیمِ سخن بن گئے۔

جناب علیم عثمانی کی پیدائش قصبہ کرسی ضلع بارہ بنکی یو پی میں مورخہ 8رنومبر

1931 کو ہوئی ان کے والد ماجد جناب محمد نسیم صاحب اپنے زمانہ کے ایک نامور حکیم تھے جن کی شفقت پدری کا سایہ ان کے سر سے صرف 4 سال ہی کی عمر میں اٹھ گیا تھا، انہوں نے مادر مشفق ہی کی آغوش محبت میں تعلیم وتربیت پائی، ان ہی کی خدمت اور راحت رسانی کی خاطر وہ مزید اعلیٰ تعلیم کے لئے اور ملازمت کی غرض سے کبھی قصبۂ کرسی سے باہر نہیں نکلے۔ ماں کی دعاؤں کا ثمرہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے نورِ نظر اور لختِ جگر کو شہرت ومقبولیت کے بام عروج پر پہنچادیا۔

ڈاکٹر صاحب کی ذات مرجع خلائق تھی۔ لوگ دور دراز مقامات سے طبی مشورے کے علاوہ دیگر دینی، علمی اور ادبی امور میں تبادلہ خیال کے لئے ان سے رابطہ کرتے تھے اور وہ ان کی اپنے طویل تجربات، وسیع مشاہدات ومطالعات کی روشنی میں رہنمائی کیا کرتے تھے۔

ایک کہنہ مشق شاعر، بلند پایہ ادیب اور باکمال سخن شناس ہونے کے ساتھ وہ نہایت شگفتہ مزاج، بذلہ سنج، ذہین وطبّاع نیز حاضر دماغ وحاضر جواب تھے۔ ڈاکٹر صاحب اپنی خوش اخلاقی، خندہ جبینی اور کشادہ روئی کی وجہ سے ہردلعزیز تھے، اس لئے ہر مجلس میں جان محفل بنے رہتے تھے، انکی مجلسیں بڑی پرلطف اور امن وسکون سے معمور ہوا کرتی تھیں۔

اگر ایک طرف ان کی ظرافت اور طنز ومزاح سے محفلیں قہقہہ زار بن جاتی تھیں تو دوسری طرف ان کی آنکھیں یادالٰہی میں اشکبار ہوجاتی تھیں۔ کیونکہ وہ بڑے ذاکر وشاغل اور پابندِ معمولات تھے، ان کی زندگی ذوق عبادت، فکر آخرت اور اندیشۂ عاقبت سے عبارت تھی۔

صبر وتوکل اور قناعت واستغناء ان کا وطیرہ نیز تواضع وسادگی ان کا طرۂ امتیاز تھا

۔شاعری میں بے حد مقبولیت اورمیڈیکل پریکٹس میں بے پناہ کامیابی کے باوجود انہوں نے آمدنی میں اضافہ کے امکانات پر توجہ نہیں دی۔

ان کی زندگی جہد مسلسل ،عمل پیہم ،یقین محکم کی آئینہ دارتھی۔ جہادِ زندگانی میں انہوں نے انہی شمشیروں سے کام لیاتھا ،حیات مستعار کے آخری چند ماہ بعض عوارض وامراض کی نذرہوئے جن سے وہ جانبرنہ ہوسکے ،بالآخر ان کا آفتاب زندگی مورخہ 10 مئی 2012 بروز پنج شنبہ بوقت سہ پہرغروب ہوگیااورفضل وکمال کایہ مجموعہ پیوندخاک ہوگیا۔

☆☆☆☆☆

☆زحمتِ یک لمحہ

محترم قارئین کرام۔میرا پہلا شعری مجموعہ دیوار آپ کے سامنے ہے۔آپ اطمینان رکھیں میں آپ کو نہ تو اپنی سوانح حیات سنا کر بور کروں گا اور نہ اپنی ذاتی زندگی کے سرد وگرم کی تشریحات میں آپ کا وقت برباد کرونگا۔ مجھے مختصر الفاظ میں صرف دو ایک باتیں آپ سے عرض کرنی ہیں وہ یہ کہ مجھے اوائل عمری سے شعر پڑھنے اور شعر کہنے کا شوق رہا اور میں اپنے اشعار اپنے کرم فرماؤں اور مخلصوں کے درمیان سناتا رہا۔لوگ میری حوصلہ افزائی کرتے رہے۔لیکن میں نے کبھی خواب وخیال میں بھی یہ تمنا نہیں کی کہ میرا اشمار باقاعدہ صفِ شعراء میں ہو۔یا میں اپنی شاعری کو درجۂ کمال تک پہنچا کر اپنے فن کا لوہا اہل ذوق سے منواؤں۔ میرے بعض انتہائی مخلص احباب جو آج اس دنیا میں نہیں ہیں مثلاً جنابِ حیات وارثی، جناب صائم سیدن پوری، جناب کشفی لکھنوی، جناب بادل سلطان پوری، جناب چودھری رضی عثمانی دیوہ شریف اور جناب عنبر شاہ وارثی کراچی پاکستان وغیرہ کی دلی خواہش رہی کہ میرا مجموعۂ کلام شائع ہو۔اور اپنے موجودہ مخلصوں مثلاً جناب حفیظ سلمانی، جناب اختر موہانی، جناب ہنومان پرشاد عاجز ماتوی، جناب مولانا نذیر احمد ندوی، جناب حسن مہدی رضوی ایڈوکیٹ اور جناب نذرالدین پردھان قصبہ کرسی وغیرہ وغیرہ کے محبت بھرے تقاضوں سے مجبور ہونے کے بعد اِس مجموعہ کی اشاعت میرے لئے ناگزیر ہوگئی۔

چونکہ باقاعدہ شاعر بننے کا میرا کوئی پروگرام نہیں تھا اس لئے میں نے کسی بزرگ سے کبھی شرف تلمّذ بھی حاصل نہیں کیا۔ میرے اس مجموعہ میں ان سرکردہ اور نامور شخصیتوں کی کوئی تقریظ شامل نہیں ہے جن کی تحریروں سے معمولی شعری مجموعوں کا معیار بلند ہو جایا کرتا ہے۔

اس کتاب کی ترتیب و تدوین و اشاعت کے سلسلے میں جن لوگوں نے میری مدد کی وہ جناب قمر ٹکیٹ گنجوی، جناب اظفر سلطان پوری، جاناب مولانا نذیر احمد ندوی اور بالخصوص جناب عاجز ماتوی ہیں جن کا نیز تمام اہل محبت کا شکر گذار ہوں۔

اب میرا یہ مجموعۂ کلام قارئین کی میزانِ نظر پر ہے۔ اگر کسی کو میرا کوئی ایک شعر بھی پسند آجائے تو یہ میری کامیابی کا ثبوت ہوگا۔

خاکِ پائے اہل سخن

(ڈاکٹر) علیم عثمانی

بارگاہِ فن۔ کرسی۔ بارہ بنکی

17 اکتوبر 1995

☆ صاحب کلام کا یہ وہ پیش لفظ ہے جو انہوں نے **زحمت یک لمحہ** کے عنوان سے "**دیوار**" نامی اپنے پہلے مجموعہ کلام مطبوعہ 1995 کے لئے تحریر کیا تھا۔

عرضِ مرتب

زیرِ نظر مجموعہء کلام والد ماجد جناب ڈاکٹر علیم عثمانی صاحب مرحوم کے ان قطعات نظموں اور غزلوں پر مشتمل ہے جو انہوں نے 1948 سے 1973 کے درمیان کہی تھیں اس طرح یہ کلام ربع صدی سے زائد عرصہ پر محیط ہے، ان کا یہ شعری سرمایہ لکڑی کے ایک بوسیدہ بکس سے برآمد ہونے والی ایک ڈائری نیز متفرق کاغذات کے ذریعہ فراہم ہوا ہے۔

میری یہ دیرینہ تمنا تھی کہ محترم والد صاحب کا یہ کلام نقشِ دوام بن جائے اور زیورِ طبع سے آراستہ ہو کر گردشِ دوراں کی خرد برد سے محفوظ ہو جائے نیز سخن شناسوں اور شعر نوازوں کے لئے سرمہء چشم بن جائے۔

باگاہِ الٰہی میں سراپا سپاس و نیاز ہوں کہ مجھے شعر و ادب کی خدمت اور والد مرحوم کے نقوشِ سخن کی جمع و ترتیب کی سعادت حاصل ہو رہی ہے

نیازمند

اختر جمال عثمانی

قصبہ کرسی ضلع، بارہ بنکی، انڈیا

Email. akhtar.jamal.usmani@gmail.com

مناجات

بدرگاہِ قاضی الحاجات

(مطبوعہ ماہنامہ سنی لکھنو ماہ اگست ۵۴ء)

تری خدائی کی یا رب ہے کون حالت آج
درِ مجاز پہ خم ہے سرِ حقیقت آج
وہی رسول کہ جس کو حبیب تو نے کہا
ہے شرم سار جہاں میں اسی کی امت آج
سیاہیوں کا تسلط ہے آج سینوں میں
دلوں سے اٹھ گئی صدیقؓ کی صداقت آج
ہے دستِ بہیمیت و جبر میں زمامِ عدل
عمرؓ کے نام سے واقف نہیں عدالت آج
نہ آشنائے قفا ہے شکر فروش زباں
نہ آنکھ ہی میں ہے عثمانؓ کی مروت آج
ہے ضعفِ جسم بھی معنون اب نزاکت سے
کلائیوں میں نہیں ہے علیؓ کی طاقت آج

☆☆☆

☆

نعت
تاجدارِ مدینہ

خدا یا کہیں تاجدارِ مدینہ
ہے کوئی مرا جانثارِ مدینہ
تصدق کروں جانفگارِ مدینہ
جو آنکھوں سے دیکھوں دیارِ مدینہ
مصیبت کے طوفان ہیں غم کے بادل
خبر لو خبر تاجدارِ مدینہ
جہاں سجدہ کرتے ہیں آ کر فرشتے
وہ کعبہ ہے اپنا دیارِ مدینہ
شرابِ محبت سے سرشار کر دے
مجھے ساقئِ بادہ خوارِ مدینہ
علیم اٹھا گر تیرے در سے تو آخر
کہاں جائے گا تاجدارِ مدینہ

☆☆☆
☆

منقبت

مزا جانے وہی بس جو کہ مستانہ ہے وارثؒ کا
تصدق لاکھ میخانے وہ پیمانہ ہے وارث کا

یہاں ہر وقت پیمانوں پہ پیمانے چھلکتے ہیں
جہاں دن رات چھنتی ہے وہ میخانہ ہے وارثؒ کا

زہے قسمت ٹھکانے لگ گئی دیوانگی اپنی
زمانہ مجھ کو کہتا ہے کہ دیوانہ ہے وارثؒ کا

جدھر دیکھو ادھر خلقِ خدا وقفِ جبیں سائی
حریمِ ناز تو سچ مچ حریمانہ ہے وارثؒ کا

جبینِ شیخِ سرکش بھی جہاں خم ہو کے رہتی ہے
حقیقت جس پہ صدقے ہے وہ افسانہ ہے وارثؒ کا

لبوں پر خلق کے ھے شکوہء کوتاہ دامانی
بلا ناغہ وہ فیضِ عام روزآنہ ہے وارثؒ کا

جگر سوزی کی لذت کوئی پوچھے اے علیم اس سے
لگی ہے جس کے وارث کی جو پروانہ ہے وارثؒ کا

☆☆☆
☆

﴿ غزلیات ﴾

غزل

سنگ شق ہوں داورِ محشر کا فرماں دیکھ کر
خوف انساں کو نہ ہو احکامِ قرآں دیکھ کر

پھر نہ سنبھلا دل خرامِ نازِ جاناں دیکھ کر
اک غشی سی آگئی محشر کا ساماں دیکھ کر

مُہر برلب ہیں فصاحت پر فصیحانِ جہاں
تیری بے ذہنی پہ یہ آیات قرآں دیکھ کر

باریابی جلوہ گاہِ ناز میں ممکن نہیں
دل بہل جاتا ہے اپنا کوئے جاناں دیکھ کر

یاد مجھکو ظلمتِ شام شبِ غم آگئی
روئے انور پر ترے زلفِ پریشاں دیکھ کر

جانثاروں میں ہے صبحِ عید قرباں کی خوشی
دستِ نازک میں کسی کے تیغ عریاں دیکھ کر

اُودی اودی یہ گھٹائیں اور یہ دلکش سماں
پھر گیا آنکھوں میں ساغر ابرباراں دیکھ کر

کیوں نہ گذرے اب حدودِ عشق سے جوشِ جنوں
خندہ زن ہیں وہ مرا چاکِ گریباں دیکھ کر

وصل کی بھی شب کٹی اختر شماری میں علیمؔ
گیسوئے شب رنگ پر تابندہ افشاں دیکھ کر

☆☆☆

☆

غزل

لب پہ اقرارِ وفا دل میں کدورت میری
کوئی الفت میں بھی الفت ہے یہ الفت میری

بستیاں چھوڑ دوں فطرت کا تقاضہ ہے یہی
کہیں بدنام نہ ہوجائے محبت میری

جس گھڑی آئی تصور میں تیری زلفِ دراز
یک بیک دیکھ کے گھبراگئی وحشت میری

توبہ کرلوں مگر اتنا تو بتا اے زاہد
پسِ توبہ بھی جو مائل ہو طبیعت میری

رنج و غم درد و الم حسرت و یاس و ارمان
ہفت اقلیم پہ گویا ہے حکومت میری

شوقِ گلزار کبھی بادیہ پیمائی کبھی
گل نئے روز کھلاتی ہے یہ وحشت میری

ٹھوکریں کھاؤں نہ کیو ں راہِ محبت میں علیم
عمر ہے راہ روِ منزلِ رفعت میری

غزل

پیامِ دردِ دل دل سے نکل کر
چلا آتا ہے ہر آنسو میں ڈھل کر

بلا کی شوخیاں رفتار میں ہیں
قیامت ڈھا رہا ہے کوئی چل کر

تجلی سے ہوئے سرشار موسیٰ
تجھے کیا مل گیا اے طور جل کر

کہاں میں اور کہاں یہ عرصۂ حشر
بڑی دور آگیا گھر سے نکل کر

سرِ شام ان کا تھا آنے کا وعدہ
اجالا ہو چلا ہے رات ڈھل کر

لئے اک درد پہلو میں مسلسل
شب غم کاٹ دی کروٹ بدل کر

مرے کپڑوں میں کچھ کچھ آگئی ہے
شمیم ناز آنچل سے نکل کر

چھڑانا مجھ سے وہ دستِ حنائی
عجب انداز سے آنکھیں بدل کر

سوئے دشت اک نہ اک دن ہے نکلنا
کسی کی خاکِ پا چہرے پہ مل کر

حقیقی عشق ہوگا یہ علیم اب
مجازی کی منازل سے نکل کر

☆☆☆
☆

غزل

اگرزندگی دے تو آسان کردے
نہیں تو جدا جسم سے جان کردے

کوئی مجھ پہ اتنا تو احسان کردے
فقط ان سے ملنے کا سامان کردے

نہ دل دے نہ دل میں تمنا دے یارب
اگردے تو پورا ہر ارمان کردے

نبھانا نہ ہو جب کہ عہدِ محبت
بلا وجہ پھر کیوں پریشان کردے

پھنسا رکھی کیوں! کشتیِ دل خدایا
لگاپار! یا نذرِ طوفان کردے

اِرم کی تمنا، نہ جم کی ہے خواہش
مجھے ان کے در کا تو دربان کردے

نہ ڈالی میسر نہ تنکے مہیا
الٰہی نشیمن کا سامان کردے

زیادہ نہیں خالِ رخ ہی کو لیلو
یہی جذبۂ دل کو طوفان کردے

نہیں تاب ضبطِ تغافل علیمؔ اب
خدایا اِدھر ان کا رجحان کردے

☆☆☆
☆

غزل

یہاں یہ حال! اک اک گھونٹ کی خاطر ترستے ہیں
وہاں یہ رنگ! پیمانوں پہ پیمانے چھلکتے ہیں

نئی مینا،نئی مئے، اور نیاساغر،نیا ساقی
غرض ہر شے نئی ہے اس لئے ارماں مچلتے ہیں

نمایاں داغِ دل بھی ہوچلے ہیں اب تو آؤ گے
اسی امید پر بیٹھے تمہاری راہ تکتے ہیں

گلوں کا حق ہے دامن پر تو کچھ کانٹوں کا بھی حق ہے!
بچائے کون اب دامن !جو یہ بڑھ کر الجھتے ہیں

لبوں پر مُہر خاموشی ہے اورآنکھوں میں آنسو ہیں
گدا دامن کو پھیلائے ہوئے تجھ کو ہی تکتے ہیں

منالیتے ہیں اپنے گھروہ اِکدن رسمِ دیوالی
یہاں داغِ جگر دل میں چراغاں روز کرتے ہیں

علیم اب دل کو ہے صبر وتحمل کی نہیں طاقت
تسلی دوں اگر تو نالے رہ رہ کر ابلتے ہیں

غزل

نظر آتے تھے وہ تو مہرباں سے
ستم گر ہوگئے آخر کہاں سے

پسِ چلمن لبِ لعلیں ہے یوں گویا
ترا آنا ہوا قاصد کہاں سے

قریب آکر جھجک کر لوٹتی ہے
ہے ڈرتی برق شاید آشیاں سے

نہ بادہ چاہیئے مجھ کو نہ ساغر
ذرا ملنا ہے بس پیرمغاں سے

تمہارے گیسوئے مشکیں کی ہوگی
ختن کی بویہاں آئی کہاں سے

نہیں دیتی اجازت ناتوانی
کہ رکھ کر سر اٹھاؤں آستاں سے

نہ جانے منھ چھپاتے کیوں ہیں ساحل
ہماری کشتیِ عمرِ رواں سے

علیمؔ الفت میں ہیں صدہا مصائب
ابھی سے ہوگئے تم نیم جاں سے

☆☆☆
☆

غزل

دل کی حسرت تھی کہ وہ بھی کاش آکر دیکھتے
میری مدہوشی پہ رقصِ جام و ساغر دیکھتے

حضرتِ زاہد جو میخانے کا منظر دیکھتے
پھر نہ وہ ہرگز رہِ تسنیم وکوثر دیکھتے

سرخ ڈورے دیکھ کر ساقی کی چشم مست میں
ہم یہ سمجھے جام میں ہیں موجِ احمر دیکھتے

برق بھی شاید تڑپتی ہے کسی کی یاد میں
کاش ہوتی قوتِ پرواز اڑکر دیکھتے

زلفِ افشاں ریز کا یاد آتا پھر سے سلسلہ
جب شبِ غم میں کبھی ہم انجم واختر دیکھتے

چشم وابرو کی بدولت رند ہم زاہد بھی ہم
زیرِمحرابِ حرم میں جام وساغر دیکھتے

اللہ اللہ ابروئے خمدار پر عرقِ حیا
دیکھتے تلوار ہم یا اس کا جوہر دیکھتے

روح فرساغم شبِ غم کا ہے کوئی غم میں غم
غم تو جب غم تھا کہ غم کو روح پرور دیکھتے

☆☆☆
☆

غزل

اک حسن کی شمع ہے جس کا ہے یہ دیوانہ
جلتا ہے محبت میں دل صورتِ پروانہ

مستی کی حدوں سے جب گذرے دلِ دیوانہ
ہرگام پہ سجدے ہوں ہرگام پہ میخانہ

ہر ذرۂ دل خود ہی پھر طوربداماں ہو
نظروں میں سماجائے گرجلوۂ جانانہ

ہروقت کرم ہو میں طالب ہوں اسی در کا
وہ شان ہے سلطانی یہ شان فقیرانا

جب تیری تجلّی ہے آئینۂ عالم میں
پھردونوں برابر ہیں کعبہ ہویابتخانہ

سن لیں وہ ذرا آ کر شامِ غمِ تنہائی
ہے سوزِ محبت میں ڈوبا ہوا افسانہ

پرلطف بہاروں میں رنگین گھٹاؤں میں
خود شوق چلا لے کر پھر جانب میخانہ

ساقی کی نگاہوں پر ان مست اداؤں پر
دیکھیں گے علیمؔ اب تو لٹتا ہوا میخانہ

☆☆☆
☆

غزل

جب دستِ جنوں ہم اپنا ذرا کچھ اور مہرباں دیکھیں گے
اک گل ہی کو کیا ہر غنچے کو پھر چاک گریباں دیکھیں گے

جب ان کی نظر کو کہہ کے کہا اس تیر کے پیکاں دیکھیں گے
بجلی سی لبوں پر کوندگئی اور بولے کہ ہاں ہاں دیکھیں گے

دل ہم نے دیا تو کچھ بھی نہیں اور وصل کا اتنا احساں ہے
آپ آئے بڑے احساں والے اپنا ہی تو احساں دیکھیں گے

توبہ سے ہمیں گو توبہ نہیں پر اتنا بھلا بتلا واعظ
جذبات کہیں رک پائیں گے جب ابر بہاراں دیکھیں گے

فریاد نہ کر پہلو نہ بچا تکمیل محبت ہونے دے
اک دن تو علیم اِس درد کو ہم منت کشِ درماں دیکھیں گے

☆☆☆
☆

غزل

کہاں تک ساتھ چھوڑیں گی نہ یہ برقِ تپاں اپنا
چمن سے دور لے جانا پڑے گا آشیاں اپنا

تمہارا آستاں اک بارگاہِ آزمائش تھا
جہاں ہر ہر نفس ہوتا رہا ہے امتحاں اپنا

ارادے خیر اپنے ہیں مگر قسمت پہ کیا قابو
لٹا ہے سرحدِ منزل میں اکثر کارواں اپنا

تمناؤں کا گلشن جب بھی کچھ آمادہ ہوتا ہے
جما دیتی ہے آ کر رنگ پھر باد خزاں اپنا

علیم اب تجھ سے بدظن ہو زمانہ تو شکایت کیا
کہ جب رہتا ہے ہر دم بدگماں سا پاسباں اپنا

☆☆☆

☆

غزل

مجھ سے ہو بے وفائی سراسر غلط غلط
الزام کوئی لاکھ رکھے خوامخواہ میں

یارب سفینۂ دل ناداں کی خیر ہو
دریا مچل رہے ہیں کسی کی نگاہ میں

اک صبح شبنمی پسِ مردن ہوئی رفیق
موتی بکھیرتی ہے لحد کی گیاہ میں

مایوس ہر طرف سے نہ ہو چاہ میں علیم
تھا پاسبان کوئی تو یوسفؑ کا چاہ میں

☆☆☆
☆

غزل

اب وہ محفل کی آب وتاب کہاں
ساغر و شیشہ و وشراب کہاں

سونی سونی ہے بزم کیوں ان کی
آج وہ چنگ اور رباب کہاں

حسن کی ان کے گرمثال نہیں
میری الفت کا ہے جواب کہاں

خوفِ رسوائی سے رہی خاموش
ورنہ میری زبان کو تاب کہاں

لطف پھر جور ! آہ سچ ہے علیم
عہدپیری کہاں شباب کہاں

☆☆☆
☆

غزل

زندگی کیا زندگی جب پاس وہ دلبر نہیں
میکشی کیا میکشی جب شیشہ وٗ ساغر نہیں

پھروہی وحشت نہیں کیا پھر وہی چکر نہیں
رسم وراہِ عشق کی پابندیاں ان پر نہیں

کس قدر بیباک ہے ان کا تصور دیکھئے
خانہء دل میں مرے ہے گوکہ اسکا گھر نہیں

قتل کی خاطر انہیں کیا ڈھونڈنا زیرِکمر
ابروئے خمدار ہی کافی ہے گر خنجر نہیں

خود فریبی ہے یہ اپنی جو بہل جاتا ہے دل
ورنہ سچ پوچھو تو کچھ مانوس ہے منظر نہیں

عشق کامل ہے صعوباتِ زمانہ جھیلنا
ورنہ کچھ تکمیل الفت کامرانی پر نہیں

زخمِ دل پر مسکراہٹ کرگئی مرہم کا کام
ان کا یہ اعجاز بھی عیسیٰ سے کچھ کمتر نہیں

گر صبا جانا اُدھر اتنا ادب سے پوچھنا
عادتِ اِیفائے وعدہ آپ کو کیونکر نہیں

عشق کا آزار اک نیرنگ فطرت ہے علیم
عشق میں دل، دل نہیں، جاں، جاں نہیں، گھر گھر نہیں

☆☆☆
☆

’’دھوکے‘‘

اٹھا چکا ہوں تمہاری ہر ہر ادائے نامعتبر کے دھوکے
میرے لئے اب اہم نہیں ہیں یہ نیچی نیچی نظر کے دھوکے

یہ ننگِ انسانیت الٰہی جدھر کے دیکھو اُدھر کے دھوکے
کبھی تو دھوکے تھے راہزن کے مگر ہیں اب راہبر کے دھوکے

ہے دامنِ ضبط ٹکڑے ٹکڑے مگر ندامت زباں ہے پکڑے
کہ کھائے دھوکے بھی زندگی میں تو اپنے دیوار و در دھوکے

خدا خدا کر کے زندگی بھی ملی تو ہو موت جس سے بہتر
دعا کو اب تک اجابتوں نے دئے ہیں کیا کیا اثر کے دھوکے

علیم اتنا کہا تھا ان سے کہ تم نے دھوکے کئے ہیں مجھ سے
بگڑ کے بولے اگر یہی ہے دکھائیں گے اب تو کر کے دھوکے

☆☆☆

☆

غزل

جب سُرور ارغواں حد سے فراواں ہو گیا
کیف کے سانچے میں ڈھل کر جذب عرفاں ہو گیا

جب کہ ان کا جور درپردہ نمایاں ہو گیا
میں مثالِ آئینہ کچھ حیراں ہو گیا

بجلیوں کا ڈر نگاہ باغباں کا دبدبہ
اِک طرح کا اب تو یہ گلشن بھی زنداں ہو گیا

شکر ہے ان کی نگاہیں ملتفت ہونے لگیں
اہتمام بخیۂ چاکِ گریباں ہو گیا

کتنے کعبے آ گئے آنکھیں بچھانے کو علیم
میں جہاں بھی والہانہ سجدہ ریزاں ہو گیا

☆☆☆

☆

غزل

رنگِ دروں کو بھی ٹٹول بس رنگِ ظاہری نہ دیکھ
چاند کے دل کا داغ دیکھ چاند کی چاندنی نہ دیکھ

کلیوں کی چھاتیاں پھٹیں اور ساری بلبلیں ہنسیں
فطرتِ روگاز دیکھ حسن بہار ہی نہ دیکھ

نغمہ طرازیاں وہ کیا ساز پہ جو نہ چھا سکیں
اپنی دھنوں کو اور اٹھا ساز کی نغمگی نہ دیکھ

دامنِ عزم تھام لے عقل و عمل سے کام لے
جاگ کہ وقت ہو چکا رنگ سیہ ِ شی نہ دیکھ

یاس کی ظلمتوں سے کرپیدا کرن تو بات ہے
دور کی روشنی ہی کیا دور کی روشنی نہ دیکھ

جدوجہد کا نام ہے اصل میں زندگی علیم
ماضی کی دلکشی تو چھوڑ حال کی بے کسی نہ دیکھ

☆☆☆
☆

غزل

نہ چھیڑ بادِ بہاری تو بار بار مجھے
ہوائے دامنِ جاناں ہی ہے بہار مجھے

خزاں کا ڈر رہے نہ ہے فکر لالہ زار مجھے
جگر کے زخم ہی لگتے ہیں خوشگوار مجھے

قصور ان کا نہ میرا اگر جو سچ پوچھو
نظر پہ ان کو نہ ہے دل پہ اختیار مجھے

سکون دیتا ہے جب بیقرار ہوتا ہوں
کسی کے وعدۂ فردا کا اعتبار مجھے

بہار سب کو ہے پیاری مگر علیمؔ اکثر
خزاں کے جھونکوں پہ بھی آ گیا ہے پیار مجھے

☆☆☆

☆

غزل

کوئی دیوانہ ہے تم پر کوئی سودائی ہے
تم نے کیا ہوش میں آنے کی قسم کھائی ہے

آج اس سے تمھیں انکارِ شناسائی ہے
کل ابھی ہنس کے سلاسل جسے پنہائی ہے

اب تو پھر عزم پئے باد یہ پیمائی ہے
کیوں کہ سنتے ہیں گلستاں میں بہار آئی ہے

نبض.دل ڈوب چلی ہے مری اے بادِ صبا
ان سے کہنا یہی دعویٰ مسیحائی ہے

تیرے گیسو پہ یہ افشاں بھری اللہ ری مانگ
کہکشاں پھاڑ کے بادل کو نکل آئی ہے

شرم کے پردے میں یہ چشم و مژہ کے سجدے
واہ کیا حسن تقاضائے جبیں سائی ہے

اک تماشہ ہوں تماشہ گہہ الفت میں علیم
ذرہ ذرہ مری وحشت کا تماشائی ہے

☆☆☆
☆

غزل

راضی جو مجھ سے یونہی مرا باغباں رہے
مجھ کو چمن میں کچھ نہ غمِ آشیاں رہے

آئے عدم سے ہستیٔ فانی میں اس طرح
دو چار روز جیسے کوئی میہماں رہے

ایسے گناہگار کو محشر کا خوف کیا
جس کا شریک مالکِ کون ومکاں رہے

قصے شبِ فراق کے اے جانِ جاں نہ پوچھ
ہم تو تری تلاش میں بے خانماں رہے

ہر پردۂ نظر میں ہے اک نقشِ آشیاں
مجھ کو نہیں یہ فکر مرا آشیاں رہے

کیا جانیں نغمہ ہائے مسرت کو ہم علیم
جب تک یہاں رہے نہ کبھی شاماں رہے

☆☆☆

☆

غزل

جمال فطرت کے تاجروں میں نظر کی وسعت کے تذکرے ہیں
بہت سے یوسف جو کل بکیں گے انہیں کی قیمت کے تذکرے ہیں

مجاز والوں کے درمیاں بھی چھڑے حقیقت کے تذکرے ہیں
تمہاری صورت کی بات لے کر خدا کی قدرت کے تذکرے ہیں

ہمارے اوراق زندگی کو تمہیں الٹنے سے کیا ملے گا
تمہارے ہاتھوں اٹھائی ہے جو اسی مصیبت کے تذکرے ہیں

سنوار لو اپنے گیسوؤں کو پسینہ ماتھے سے پونچھ ڈالو
تمہاری محفل کے آئینوں میں تمہاری صورت کے تذکرے ہیں

جناب واعظ سے مختلف ہے ہماری طرز بیان ورنہ
وہی جوانی کے تذکرے ہیں وہی قیامت کے تذکرے ہیں

یقیں کی شمعیں پگھل رہی ہیں مباحثہ دل سے چل رہا ہے
تمہارے وعدے کی روشنی میں تمہاری عادت کے تذکرے ہیں

سوال یہ ہے کہ رسم الفت میں ترک تجھ سے کروں تو کیسے
مرے مقدر کے حاشئے پر تری محبت کے تذکرے ہیں

زمانہ گذرا کوئی تعلق نہیں ہے ان سے علیم لیکن
انہیں کی محفل کے تذکرے ہیں انہیں کی صحبت کے تذکرے ہیں

☆☆☆
☆

غزل

بڑے چرچے ہیں ہم نے زندگی وقف بتاں کردی
ہم اپنی چیز کے مالک تھے ہم نے رائیگاں کردی

مقفل اس نے جس کے واسطے سب کی زباں کردی
وہی بات اس کے ماتھے کے پسینے نے بیاں کردی

ہزاروں تبصرے ہیں اس کی دزدیدہ نگاہی پر
کیوں اتنی عام فہم اس نے نگاہوں کی زباں کردی

ضرورت مجھ پہ جتنے ظلم ڈھا سکتی تھی ڈھا لیتی
ضرورت نے تو بیگانہ نگاہ دوستاں کردی

مرے خون تمنا میں مری اپنی رضا بھی تھی
لحاظ خاطر محبوب میں میں نے بھی ہاں کردی

فقیہہ شہر مجھ سے اس پہ نالاں ہے کہ کیوں میں نے
بطرز حمد باری شرح رخسار تباں کردی

تمہاری رہ گذر کے رات دن پھیرے لگانے میں
گم اپنی میں نے شخصیت خدا جانے کہاں کردی

علیم اس آپ کی طرز بیاں میں آگ لگ جائے
غزل پڑھ کر کسی کی چاندسی صورت دھواں کردی

☆☆☆
☆

غزل

میں ناکام بندہ ہوں تیرے سہارے
مری کشتیِ غم لگادے کنارے

وہ آنکھوں ہی آنکھوں میں جو کہہ رہے ہیں
سمجھتاہوں انکی نظر کے اشارے

ہیں دیوانۂ دل نہ پوچھو کچھ ان سے
کہاں جارہے ہیں محبت کے مارے

نہیں آئے شمع لحد پر جلانے
گرے ٹوٹ کر آسماں پر ستارے

غضب ہوگیا ان سے نظریں ملانا
بھڑک اٹھے سینے میں غم کے شرارے

نہ بھولے گا وہ دن علیمؔ اپنے دل کو
وہ کیا تھیں ادائیں وہ کیا تھے اشارے

غزل

انساں بنایا صاحبِ عظمت کیا مجھے
رحمت ترے نثار کہ کیا کیا دیا مجھے

آواز ذرے ذرے سے آتی ہے طور کے
پھر ایک بار جلوۂ رنگیں دکھا مجھے

شرمندہ ہوگیا میں سلاسل کو توڑ کر
جس وقت یاد آگئی رسمِ وفا مجھے

خوش باشیوں نے کردیا یکلخت برطرف
غم نے ہنسی خوشی سے جو اپنا لیا مجھے

میں کارواں کو چھوڑ کے تنہا نکل گیا
حالانکہ دی جرس نے صدا بارہا مجھے

بہکے قدم تو منزلیں آسان ہوگئیں
رحمت نے تیری بڑھ کے سہارا دیا مجھے

کہتے چلے وہ میرے جنازے کے ساتھ ساتھ
اس نے تو بعدمرگ بھی رسوا کیا مجھے

ٹکرارہاہوں موجوں سے کشتی میں اس لئے
بعد فنا ملے گی حقیقی بقا مجھے

محفل میں ان کی آج مجھے چھیڑکر علیم
ساقیِ شوخ وشنگ نے رسوا کیا مجھے

☆☆☆
☆

غزل

جہاں گذرا میں ان کی رہگذر سے
کہ برسے تیر ہر دیوار و در سے

نظر ٹکرائی ہے جو نہی نظر سے
اڑیں چنگاریاں قلب وجگر سے

اِسے کہتے ہیں حسنِ پردہ داری
سکونت دل میں اور پردہ نظر سے

ستارے کر گئے ہیں یہ وصیت
کہ دل بہلاؤں میں چاک سحر سے

علیم اک کعبہ بن کر رہ گیا وہ
جبیں ٹکرا گئی جس سنگِ در سے

☆☆☆
☆

غزل

زینتِ صد کعبہ ساقی تیرے میخانے میں ہے
کیا خمارِ اشکِ فرزاں تیرے مستانے میں ہے

گردشِ پیمانہ ہے یہ یا کہ رقصِ دخت زر
درحقیقت زندگی کا لطف میخانے میں ہے

آنے کا .وعدہ تو کرتے ہیں مگر آتے نہیں
انکو جانے لطف کیا یوں مجھ کو تڑپانے میں ہے

پیہم آتی ہے صدائے شوخیِ خلخال پا
اے دل مضطر سنبھل اب دیر کیا آنے میں ہے

چھپ چھپا کر حضرتِ زاہد کہیں پہونچے نہ ہوں
دھیمی دھیمی روشنی بے وقت میخانے میں ہے

اشک ریزاں شمع بھی ہے جب سے دیکھا ہے یہ حال
جانثاری اس قدر نتھے سے پروانے میں ہے

ایک وہ دامن جو وابستہ تھا تجھ سے کل تلک
آہ کیسا پارہ پارہ آج ویرانے میں

عالم وحشت میں بھی تیرا تصور ہو بہو
کس بلا کی ہوشمندی تیرے دیوانے میں ہے

کر دیا ناکارہ ایسا عشق نے تجھ کو علیمؔ
تو نہ دیوانے میں ہی ہے اور نہ فرزانے میں ہے

☆☆☆
☆

غزل

اُس کی نظروں سے تو دیکھے کوئی ویرانے کو
پھول ہی پھول نظر آتے ہیں دیوانے کو

دیکھئے حسن کی یہ شان ہے اللہ اللہ
خود وہ آئے ہیں سلاسل مجھے پہنانے کو

ناتواں دل پہ ہوئی جور وستم کی بارش
ہائے کیا کہئے مقدر کے پلٹ جانے کو

بارِ احساں سے سبکدوش نہ ہو دیوانہ
کردے تو آکے جو روشن مرے ویرانے کو

سوزِ غم سے مرا دل ایسا جلا یا اے علیم
پھونکتی جیسے ہے شمع کسی پروانے کو

☆☆☆

☆

غزل

رہ و رسم ان سے مری کجا نہ سلام ہے نہ کلام ہے
مگر اڑتے اڑتے سنا ہے یہ کہ لبوں پہ میرا ہی نام ہے

یہ کہاں پہ آج میں آ گیا یہ خدا یا کون مقام ہے
کہ جہاں ہر ایک پارسا بھی شریک گردشِ جام ہے

یہ تو مے کشی کا ہے مشغلہ ہے روا کبھی کبھی ناروا
''یہ تو ظرف ظرف کی بات ہے نہ حلال نہ حرام ہے''

مری بیخودی مری بندگی مجھے قید و بند سے واسطہ
نہ یہاں رکوع و سجود ہیں نہ قعود ہے نہ قیام ہے

نہ علیم ہجر میں رو کبھی ہے سرشتِ دہر یہی سہی
کبھی نور ہے کبھی تیرگی کبھی صبح ہے کبھی شام ہے

☆☆☆
☆

غزل

یہ نازِ حسن ہے نگہِ خشمگیں نہیں
خنجربکف ادا ہے یہ چیں جبیں نہیں

نسریں نہیں کہ نسترن و یاسمیں نہیں
رنگِ بہار بھی ہے خزاں جب تمہیں نہیں

شرم وحیا کو ان کی شبِ وصل کیا کہوں
پیشانی خم ہے اور زباں پر نہیں نہیں

اللہ رے ناز کہتے ہیں آئینہ دیکھ کر
ہم سا تو زیر چرخ کوئی نازنیں نہیں

بادہ ہے بادہ خوار بھی ہے ساقیا بھی ہے
سونی مگر ہے بزم جو وہ نازنیں نہیں

مجنوں کی آہ سے لرز اٹھی زمین نجد
محمل میں کیا وہ لیلی محمل نشیں نہیں

بالائے بام آ رخِ انور میں دیکھ لوں
اب تاب ہجر اے بت پردہ نشیں نہیں

کوندی جو چشم ناز سے دل پر مرے گری
برقِ نظر کا اور ٹھکانہ کہیں نہیں

دل تھاموں یا جگر کو سنبھالوں اب اے علیم
دونوں ہی مضطرب ہیں جو وہ نازنیں نہیں

☆☆☆
☆

غزل

نہ کعبے کو جا اور نہ جا تو شوالے
الگ اک صنم خانہ دل میں بنالے

نہ ہو رہنما جس کی وارفتہ حالی
وہ کیسے نشاں اپنی منزل کا پالے

محبت کے طوفاں ہیں غم کے تھپیڑے
خدایا مری کشتیءِ دل بچالے

شریکِ غم ہجر کوئی نہیں ہے
ہیں یوں تو بہت جان ودل دینے والے

جفاوستم ہیں یہ سب ان پہ تہمت
حقیقت میں ہیں وہ بڑے بھولے بھالے

کوئی ان سے کہہ دے نہ خنجر اٹھائیں
کہاں سے رہیں گے وہ پھر ناز والے

ستم پر مصر ہیں تو سینہ سپر ہم
وہ ہوں گے کوئی اور ڈر جانے والے

چمک جائیں پھر بجلیاں سی فضا میں
کوئی مسکرا کر جو گردن جھکا لے

اٹھے میری محفل سے یہ سوچ کر وہ
منا لیں گے بڑھ کر منا لینے والے

چراغِ سحر ہچکیاں لے رہے ہیں
وہ کیا آئیں گے کہہ رہے ہیں اجالے

علیم ابر ہو اور یہ میکش وہ ساقی
فضا ناچتی ہو چھلکتے ہوں پیالے

غزل

نوشتہ لوحِ مقدر کا ہم مٹا نہ سکے
بچایا لاکھ سفینہ مگر بچا نہ سکے

وہ روٹھ روٹھ کے لیتے ہیں امتحاں میرا
جو آزمانے چلے بھی تو آزما نہ سکے

کنارہ کش تو میں ہوجاؤں عشق سے لیکن
''یہی کہے گا زمانہ کہ ناز اٹھا نہ سکے''

اسے گریز کہوں میں یا بدگمانیِ حسن
شب فراق تصور میں بھی وہ آنہ سکے

تو بجلیوں سے بھی کھیلو پر اس طرح اے علیم
کہ دل تو بہلے نشیمن پہ آنچ آ نہ سکے

☆☆☆

☆

غزل

جب کہ ان کے جور در پردہ نمایاں ہوگئے
ہم مثالِ آئینہ کچھ اور حیراں ہوگئے

کیا ہوا گر چاک دو اک جیب وداماں ہوگئے
باغباں تولطف اندوز بہاراں ہوگئے

جن پہ ہم کو ناز تھا وہ بھی گریزاں ہوگئے
اب تو بربادی ہی بربادی کے ساماں ہوگئے

مدتوں کھیلا کئے گرداب کے آغوش میں
آئے ساحل کی طرف اورنذرِطوفاں ہوگئے

دامنِ انساں میں یہ جنس تعصب الاماں
آج کے انساں ہی ننگِ وضعِ انساں ہوگئے

ہر بتِ کافر ہے ہم سے بدگماں خاطر علیم
ہم بھی اکثر سوچتے ہیں کیوں مسلماں ہوگئے

غزل

فریبِ حسنِ خیال کب تک شکستِ قلب ونظر کہاں تک
بشر کے دھوکے میں رہ سکے گی بھلا نگاہِ بشر کہاں تک

نگاہ برہم ادائیں باغی چڑھائے تیور کھنچے کھنچے سے
یہ مانتا ہوں اٹھائے جاتے ہیں ناز بیشک مگر کہاں تک

بپا نہ کر دے کہیں قیامت لہو کی گرمی بری بلا ہے
دعائیں آخر اثر کی خاطر رہیں گی دریوزہ گر کہاں تک

پہاڑ توڑے ہیں اک اشارے میں پختہ کارانِ عاشقی نے
جو آج بھی عزم دل ہو محکم نہ دے گی دیوار در کہاں تک

وہ برق چمکی یہ شعلہ بھڑکا یہ لحن بگڑی وہ ساز ٹوٹا
علیم جاگو علیم جاگو رہو گے تم بے خبر کہاں تک

☆☆☆

☆

غزل

ہوائے نجد بدلی قیس کا دیوانہ پن بدلا
سرشتِ بے ستوں بدلی مزاج کوہکن بدلا

خزاں کے دور میں کانٹوں سے بھی کتنی محبت تھی
بہار آئی دماغ عندلیبانِ چمن بدلا

تھی بنیادِ جگرسوزی پہ تعمیر وفاداری
جو وضعِ شمع بدلی تو پتنگوں کا چلن بدلا

تپش اندوز نبضِ پائمالیِ عناصر ہے
خدا کی مصلحت بدلی بشر کا حسنِ ظن بدلا

بہار آنے سے پہلے رند توبہ توڑ دیتے تھے
بہار آئی تو رنگ ساغرِ توبہ شکن بدلا

طفیل اہتمام اختلافِ کعبہ بتخانہ
یقین شیخ بدلا اعتقاد برہمن بدلا

علیم ایسی ہوائے انقلاب آئی زمانے میں
کہ طرز گفتگو بدلی مذاقِ فکر و فن بدلا

☆☆☆

☆

غزل

اُترا اُترا سا ہے کچھ کچھ رخِ تاباں ان کا
راس ان کو بھی نہیں آیا گلستاں ان کا

ان کی آنکھوں سے تو کچھ اور پتہ چلتا ہے
اب تو مشکوک نظر آتا ہے پیماں ان کا

ان کا ہر ظلم روا خانہ براندازِ چمن
پھول ان کے ہیں بہار ان کی گلستاں ان کا

خون کے داغ چھپائے سے کہیں چھپتے ہیں
ہم نشیں لاکھ سمیٹے رہیں داماں ان کا

جب ابھی سے ہیں یہی رنگ تو کیا کہئے علیم
پھر تو آگے ہے بس اللہ نگہباں ان کا

☆☆☆
☆

غزل

سر جہاں بھی جھکے والہانہ سمجھ
جو مِلے نقشِ پا آستانہ سمجھ

نام دِن کا نہ لے دن کہاں شب کہاں
صبح کو اِک چراغِ شبانہ سمجھ

چند سانسوں کو کہتے نہیں زندگی
زندگی اب کہاں آب و دانہ سمجھ

شعبدہ تھی حقیقت کی جھوٹی سمجھ
اس حقیقت کو اب اک فسانہ سمجھ

ایک حسنِ نظر زاویے مختلف
خاص نظروں کو بھی عامیانہ سمجھ

چند تنکوں کی رسمِ کہن پر نہ جا
جس شجر پر اتر آشیانہ سمجھ

اِنقلاباتِ حاضر کے پیشِ نظر
ہر نفس پر علیمؔ اک زمانہ سمجھ

☆☆☆
☆

غزل

جسے دیکھو وہی منزل نشاں ہے
کسے کہدوں تو میرِ کارواں ہے

مری بے خانگی پر ہنسنے والو
مری بے خانگی رشکِ مکاں ہے

سرِ منزل ہر اک سے پوچھتا ہوں
کدھر جاؤں مری منزل کہاں ہے

خوشا منصوبہ ہائے پارسائی
کہ اجڑی اجڑی بزمِ مے کشاں ہے

عنادل کی زباں کو دو نہ الزام
چمن کا پتہ پتہ نوحہ خواں ہے

ستم کا ہی ستم اے کاش ہوتا
کرم تو اب نصیبِ دشمناں ہے

سنبھل کر اے نگاہِ نخوتِ حسن
زمیں کے دم سے اوجِ آسماں ہے

خبردار التفاتِ ایک لمحہ
مرے اشکوں کی قیمت جاوداں ہے

جھکا سر تو بہ شانِ سر فرازی
کہ سر بالائے سنگِ آستاں ہے

اڑاتے ہیں تھپیڑے چٹکیوں پر
یہاں ہے اور کبھی کشتی وہاں ہے

علیم اب آپ کو کچھ ہوش آیا
کہ اب بھی اعتمادِ دوستاں ہے؟

☆☆☆
☆

غزل

مسکرانا نہیں غم اٹھانا تو ہے
زندگانی نہیں اک بہانہ تو ہے

آشیانہ اگر جل گیا جل گیا
میری شاخِ گلِ آشیانہ تو ہے

اپنی اپنی جبیں اپنا اپنا یقیں
چند سجدے سہی آستانہ تو ہے

میں نے کھولی زباں بولے منہ پھیر کے
کسکی کسکی سنوں اک زمانہ تو ہے

رات گذری سویرا ہوا پو پھٹی
پھر بھی آنکھوں میں کیفِ شبانہ تو ہے

پھول کا غم نہیں صدمہء آستاں
قلبِ بلبل میں کوئی فسانہ تو ہے

جھک گیا پرچمِ اعتمادِ نظر
آج نیچی نظر فاتحانہ تو ہے

کچھ بھی ہو پر علیم آپکی شاعری
پشتِ غفلت پہ اک تازیانہ تو ہے

☆☆☆
☆

غزل

ان سے ٹکرا گئی جو اچانک نظر
زندگی رہ گئی جیسے پر تول کر

سوچتا ہوں کہوں کس سے دردِ جگر
ایک وہ ہیں تو ان کا مزاج عرش پر

اللہ اللہ اک یہ ہیں مختاریاں
درد بخشے وہی اور وہی چارہ گر

اک فنا بھی بقاء اک بقا بھی فناء
زندگی بیکراں زندگی مختصر

چند تنکے وہ کیا تھے ارے بجلیو
اب نشیمن بنائیں گے ہر شاخ پر

سیکڑوں غم ہیں پھر بھی علیمؔ آج کل
زندگی گنگناتی ہے آٹھوں پہر

غزل

دوپٹے کو کاجل سے کالا کرو تم
محبت کو جی بھر کے رسوا کرو تم

خفا مجھ سے جب ہو تو بگڑا کرو تم
کلیجے پہ پتھر نہ رکھا کرو تم

نگاہوں کی یہ تشنگی بجھ نہ جائے
مرا مشورہ ہے کہ پردہ کرو تم

میں چپ ہوں تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے
مری سادہ لوحی کا سودا کرو تم

اگر تم کو پیاری ہیں اپنی یہ خوشیاں
مصیبت زدوں کو نہ چھیڑا کرو تم

نگاہیں ملانے کا الزام مت دو
مری سمت خود ہی نہ دیکھا کرو تم

مرے پیار سے مطمئن تم نہیں ہو
کسی چڑھتے سورج کا پیچھا کرو تم

مری سانس کی تم کو خوشبو ملے گی
ہواؤں کے جھونکوں کو چوما کرو تم

مرے دل میں ہیں آرزؤں کی قبریں
اکیلے دکیلے نہ آیا کرو تم

تمہارے مقدر میں خوشیاں لکھی ہیں
تمہیں نیند آئے تو سویا کرو تم

علیم اس کے ہنسنے کا مطلب یہی ہے
غزل پھول سی اس پہ لکھا کرو تم

☆☆☆

☆

غزل

او ستم گر تجھے کچھ خبر ہے
کتنی قاتل یہ ترچھی نظر ہے

تم کو ملنے میں دنیا کا ڈر ہے
میری دنیا تو زیر و زبر ہے

زلف روئے پر انوار پر ہے
رات کی گود میں دوپہر ہے

بات کیا ہے ارے کچھ کہو تو
آج کیوں بہکی بہکی نظر ہے

زہر خندہ ہیں گل بلبلیں چپ
کون جانے یہ کیسی سحر ہے

آئینے پر نظر رکھنے والے
آج دنیا کی تجھ پر نظر ہے

میں جدھر ہوں خدا اس طرف ہے
وہ جدھر ہیں خدائی ادھر ہے

دل دھڑکتا ہے اللہ مالک
ٹوٹی کشتی ہے خاصا سفر ہے

صرف اپنے سے میں بے خبر ہوں
ورنہ دنیا کی مجھ کو خبر ہے

آدمی ہے مسافر کی صورت
اور دنیا غبارِ سفر ہے

سب سے منزل پہ میں پوچھتا ہوں
کوئی بتلائے منزل کدھر ہے

☆☆☆

☆

غزل

نظرڈالی جو بالائے نشیمن ناگہاں ہم نے
تومنڈلاتی ہوئی دیکھیں ہزاروں بجلیاں ہم نے

کہاں سے کرلیا تھا اعتبارِدوستاں ہم نے
خوداپنے ہاتھ سے پھونکا ہے اپنا آشیاں ہم نے

زمانہ یہ زمانہ امتحاں لینے چلا اپنا
لئے ہیں جس زمانے کے ہزاروں امتحاں ہم نے

یہ دنیا جانتی ہے کار زارِ زندگانی میں
ہزاروں بار ٹھکرادی حیاتِ جاوداں ہم نے

ہماری خامشی سے یہ سکوں ہے صحن گلشن میں
قیامت جاگ اٹھے گی اگر کھولی زباں ہم نے

علیم ارض و سما شاہد ہیں اس روشن حقیقت کے
ہمیشہ بجلیوں کے سر پہ رکھے آشیاں ہم نے

☆☆☆
☆

غزل

تمہارے در پہ جو ہستی مٹائے جاتے ہیں
وہ اپنا بگڑا مقدر بنائے جاتے ہیں

کشش ہے ایسی کہ عالم پہ چھائے جاتے ہیں
نظر کے بعد وہ دل میں سمائے جاتے ہیں

جوتاب لا نہیں سکتے ہیں ان کے جلوؤں کی
انہیں کو حسن کے جلوے دکھائے جاتے ہیں

انہیں کا عکس نظر آرہا ہے شیشے میں
بہار بن کے جو ساغر پہ چھائے جاتے ہیں

ہمارے ضبطِ محبت کو کوئی کیا جانے
لگی ہے آگ مگر مسکرائے جاتے ہیں

وہیں پہ ہوگا علیمؔ آج امتحاں اپنا
جہاں کہ خون کے دریا بہائے جاتے ہیں

☆☆☆
☆

غزل

کبھی نگاہ کرم کی ادھر نہیں ہوتی
ہمارے حال کی ان کو خبر نہیں ہوتی

شبِ فراق بھی اب مختصر نہیں ہوتی
ستارے ڈوب گئے اور سحر نہیں ہوتی

تم ہی بتاؤ کہاں لے کے جائیں دنیا میں
دوائے درد تمھیں سے اگر نہیں ہوتی

ہمارے ضبطِ محبت کو کوئی کیا جانے
لگی ہے آگ مگر چشم تر نہیں ہوتی

پڑا ہوا ہوں ترے در پہ میں جگر تھامے
کہ تجھ کو اِس پہ بھی میری خبر نہیں ہوتی

وہ بیخودی ہے کسی کے خیال میں اے علیم
کہ مجھ کو شام وسحر کی خبر نہیں ہوتی

غزل

یہ داستانِ درد کسی بے نوا کی ہے
تصویر بیوفائی کسی بے وفا کی ہے

خواہش نہ میرے دل کو زر و کیمیا کی ہے
گر آرزو ہے کچھ تو اُسی بیوفا کی ہے

جور و جفاؤ ظلم و ستم غصہء وعتاب
کیا وسعتِ نگاہ بھی اس دلربا کی ہے

ہم کو نہیں ہے عرضِ تمنا کی کیوں مجال
غیروں پہ جب کہ لطف وعطا دلربا کی ہے

ٹھکرا کے میری قبر کو وہ مسکرا دیئے
قسمت کی شان ہے کہ یہ خوبی ادا کی ہے

سب جانتا ہوں جو کہ ہوئی سازشِ عمل
''گلشن میں ساری آگ لگائی صبا کی ہے''

☆☆☆
☆

غزل

جانا میں بند کردوں کیوں اس کی انجمن میں
تھوڑا بہت لہو ہے اب بھی مرے بدن میں

اے آئینہ فروشو کیوں چپ ہو کچھ تو بولو
ہم کیسے لگ رہے ہیں زخموں کے پیرہن میں

یہ شیخ پر ہیں آخر کیوں پیار کی نگاہیں
اللہ بس گیا ہے کیا قلبِ برہمن میں

یہ طے نہیں ہے کس کے قبضے میں صبح ہوگی
آپس میں لڑ رہے ہیں سورج مرے وطن میں

غزلیں علیمؔ میری مقبول کیوں نہ ہونگی
محبوب کے بدن کی خوشبو ہے میرے فن میں

☆☆☆

☆

غزل

ہجر کا صرف ذکر چلتا ہے
کروٹیں کون اب بدلتا ہے

مجھ سے بے انتہا وہ جلتا ہے
جس کا قد مجھ سے کم نکلتا ہے

اختلافات کے خلاف ہیں جو
ان میں بھی اختلاف چلتا ہے

اسکو للہ بے وفا نہ کہو
وہ وفا داریاں بدلتا ہے

پیش آئیگا حادثہ کوئی
دل اگر بے محل مچلتا ہے

کیا اسے شک ہے اپنی صورت پر
آئینہ روز وہ بدلتا ہے

ظلمتوں سے کرو جہاد علیم
ایسے سورج نہیں نکلتا ہے

☆☆☆
☆

غزل

سب کے ایمان کو ڈر ہو یہ ضروری تو نہیں
سب پہ ساقی کی نظر ہو یہ ضروری تو نہیں

آج دنیا پہ محبت کا چلالو جادو
کل محبت میں اثر ہو یہ ضروری تو نہیں

آپ لِللہ اُجالوں کو نہ برباد کریں
میری دنیا میں سحر ہو یہ ضروری تو نہیں

حسن کو کیوں نگہِ شوق سے آخر ہے گریز
پھول کو دھوپ کا ڈر ہو یہ ضروری تو نہیں

مسئلہ تشنگیِ دید کا حل ہونے سے
مطمئن ذوق نظر ہو یہ ضروری تو نہیں

تم غزل خونِ جگر سے ہی لکھو چاہے علیم
شاملِ اہل ہنر ہو یہ ضروری تو نہیں

غزل

مری طرف سے کشیدہ خاطر اگر تمہاری نظر نہیں ہے
تو پھر یہ سن لیں زمانے والے مجھے کسی کا بھی ڈر نہیں ہے

ہماری تقدیر ہی میں شائد نوازشِ چارہ گر نہیں ہے
سبھی کو دردِ جگر ہے لیکن ہمیں کو دردِ جگر نہیں ہے

اے چشمِ نرگس خدا تجھے اک کرن بصیرت کی بخش دیتا
چمن بہت جانفزا ہے لیکن یہاں کوئی دیدہ ور نہیں ہے

ہزار جلوؤں سے کم نہ ہوں گے جو دیکھ ڈالے ہیں میں نے لیکن
ہزار میں سے کوئی بھی جلوہ بقدرِ ذوقِ نظر نہیں ہے

نگاہ مرکوز شمع پر ہے سوال مجھ سے وہ کر رہے ہیں
جو جل مرے شمع پر پتنگا گناہ تو شمع پر نہیں ہے

کوئی نہ بھانپے گا اپنے غم کو ہم اشک پیتے ہیں تم بھی پی لو
ہمارا دامن بھی تر نہیں ہے تمہارا دامن بھی تر نہیں ہے

زباں سے گر کوئی لفظ نکلا زباں تو تم کاٹ لو گے لیکن
معاف کرنا تمہارا قابو دلوں کی آواز پر نہیں ہے

طوالتیں اس کی کون سمجھے درازیاں اس کی کون جانے
یہ شامِ غم ہے علیم اپنی یہ گیسوئے تا کمر نہیں ہے

☆☆☆
☆

غزل

اندھیرے جتنے ہیں اُن سب کو بے اثر کردو
نقاب اٹھاکے زمانے میں دوپہر کردو

کچھ ایسی شکل میں یہ زلفِ تاکمر کردو
درازئ شب ہجراں کو مختصر کردو

تم ایک کام کرو دور اپنا ڈر کردو
وگرنہ ختم محبت کا یہ سفر کردو

گلے لگالو قلم یا تو میرا سر کردو
مجھے تم آج بہرحال معتبر کردو

جو چاہتے ہو کہ پتھر کا کوئی نام نہ لے
تو سارے شہر کے لوگوں کو شیشہ گر کردو

ہم اپنی عرضِ تمنا پہ خود ہیں شرمندہ
ہماری بھول کو لِللہ درگذر کردو

میرے فسانۂ غم کا تو یہ نہیں مطلب
تم اپنے ریشمی آنچل کو تر بتر کردو

☆☆☆
☆

غزل

خوبیاں بیکار تھیں آنچل اگر سر پر نہ تھا
آج کل وہ سب ہے بہتر جو کبھی بہتر نہ تھا

اتنا غم انگیز کوئی دوسرا منظر نہ تھا
میرے آنسو بہہ رہے تھے اور اثر اس پر نہ تھا

ہو گئے بدنامیوں کے بعد آخر کیوں جدا
اب تو دونوں کو زمانے میں کسی کا ڈر نہ تھا

شر کے موسم میں بھی میں کرتا رہا تلقین خیر
میری مجبوری یہ تھی میں خود کفیلِ شر نہ تھا

بدگمانی کی وہ چادر ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی
اس نے جب الٹی ہے میری آستیں خنجر نہ تھا

گفتگو کرنے سے ہم کترا گئے خود بھی علیمؔ
اس کا لہجہ اصل میں تہذیب کے اندر نہ تھا

غزل

وہ بے وفا ہے نہیں آیا اس کو آنا تھا
میں باوفا ہوں تو شمعیں مجھے جلانا تھا

صنم کے پاؤں پہ سجدہ تو کفر ہے لیکن
بڑا حسین مرے کفر کا زمانہ تھا

میں اس سے ترک تعلق پہ ہوگیا مجبور
سلوک اس کا محبت میں جارحانہ تھا

نقاب کیسے سرکتی نہ تیرے چہرے سے
تیرے نصیب میں جب نیکیاں کمانا تھا

ہماری دل شکنی پر ہو کیوں پشیماں تم
وہ جام ٹوٹ گیا جس کو ٹوٹ جانا تھا

وہ مجھ کو دیکھ کے ہنستا تھا کیوں میں جان گیا
اسے تو صرف مجھے روشنی میں لانا تھا

مری غزل پہ ہیں وہ کیوں تنے تنے سے علیم
مری غزل پہ جنہیں جھوم جھوم جانا تھا

☆☆☆
☆

غزل

کوئی آنکھ گر دِکھائے تم انھیں کے پاس آنا
تمھیں کوئی بھی ڈرائے تم انھیں کے پاس آنا

کوئی فکر پیش آئے تم انھیں کے پاس آنا
کوئی غم نقاب اٹھائے تم انھیں کے پاس آنا

کوئی لاکھ مسکرائے تم انھیں کے پاس آنا
کوئی زلف گر ہلائے تم انھیں کے پاس آنا

یہ جلائی ہیں جو تم نے نئی آرزو کی شمعیں
کوئی شمع جو بجھائے تم انھیں کے پاس آنا

ابھی مختلف طرح کے تمہیں مشورے ملیں گے
جو نہ کچھ سمجھ میں آئے تم انھیں کے پاس آنا

ابھی کچھ دنوں چلے گی یہ ہوائے بدگمانی
کوئی شک جو دل میں آئے تم انہی کے پاس آنا

وہ قسم جو کھا چکے ہو کوئی مصلحت سمجھ کر
وہ قسم جو ٹوٹ جائے تم انھیں کے پاس آنا

یہ سحر اگر ہوئی ہے تو تمہاری محنتوں سے
جو نہ گھر میں دھوپ آئے تم انھیں کے پاس آنا

کبھی بھولنا عزیزو نہ علیم کی وصیت
وہ خدا کے گھر بھی جائے تم انھیں کے پاس آنا

☆☆☆
☆

غزل

فضاؤں میں دامنوں کے ٹکڑے مثالِ پرچم اڑا کریں گے
یہ شہرِ گل ہے یہاں ہمیشہ جنوں کے سکے چلا کریں گے

جو آج ہم سے ہیں بے تعلق جو آج آنکھیں چرا رہے ہیں
ہم انکے ذہنوں میں تا قیامت سوال بنکر پھرا کریں گے

جلیں بھلا کیا تمھارے غم میں زمانہ محرومِ روشنی ہے
ہمیں ہے جلنا تو راستے کا چراغ بن کر جلا کریں گے

یہ زخمِ دل ہے مصر ہیں اسمیں شرارت آگیں نظر کے مرہم
جو خود ہی بیمارِ کجروی ہیں وہ خاک میری دوا کریں گے

ہم انکی زلفوں سے جوڑ دیں گے علیم کالی گھٹا کے قصے
ہم انکے عارض کی چاندنی میں گلوں کے نغمے لکھا کریں گے

☆☆☆

☆

غزل

انا کے ہاتھوں کبھی ہم نہ شادکام رہے
نہ خوش خواص رہے اور نہ خوش عوام رہے

کبھی نہ زیر وزبر پیار کا نظام رہے
حدودِ ضبط میں گرجوشِ انتقام رہے

ستم گروں کی محبت میں جھومنے والو
تمام عمر تڑپنے کا انتظام رہے

جنابِ شیخ نہ رندوں پہ اعتراض کریں
ہمارے ساتھ فرشتے شریکِ جام رہے

کسی کا سجدہ خدا کے سوا نہیں لیکن
بتوں کا تھوڑا بہت دل میں احترام رہے

جو نیک تھے انہیں شرمندگی اٹھانی پڑی
بدی کے جتنے تھے پتلے وہ نیک نام رہے

ہمارے شہر کی مسجد کا حال مت پوچھو
جو مقتدی سے بھی پیچھے تھے وہ امام رہے

خدا کی شان خود آنکھوں سے دیکھ لے انساں
صنم کے کوچے میں کچھ دن اگر قیام رہے

اڑے علیم فضاؤں میں وضعدار پرند
جو دانے دانے پہ مرتے تھے زیرِ دام رہے

09-09-1973

☆☆☆

☆

غزل

دل و نگاہ پہ پابندیاں وہی ہیں ابھی
حق آشنا کے لئے سولیاں وہی ہیں ابھی

سرِ نیاز ہے پائے حبیب پر لیکن
دل و نظر کی غلط فہمیاں وہی ہیں ابھی

ہمارے پیار کے چرچے تو ہر طرف ہیں مگر
ہمارے بیچ میں بدمزگیاں وہی ہیں ابھی

خموش لاکھ سہی بیڑیوں سے اہلِ چمن
رگوں میں خون کی سرگرمیاں وہی ہیں ابھی

گلوں سے کون اداسی کی داستاں پوچھے
نسیمِ صبح کی اٹھکھیلیاں وہی ہیں ابھی

یہ سچ ہے آج گناہوں میں مشکلیں ہیں مگر
سلیقہ مندوں کو آسانیاں وہی ہیں ابھی

سجائیں لاکھ تبسم کے پھول ہونٹوں پر
علیم قلب کی بے چینیاں وہی ہیں ابھی

24-07-1973

☆☆☆
☆

غزل

تیری پلکوں پہ تارے سجائیں گے ہم تیری آنکھوں کی نیندیں اڑائیں گے ہم
تجھ کو محسوس ہوں گے، ملیں گے نہیں بن کے خوشبو ترے گھر میں آئیں گے ہم

خون اس نے ہمارا کیا ہے مگر نام اس کا نہ ہرگز بتائیں گے ہم
اس کی آنکھیں خجالت سے جھک جائیں گی روشنی میں کہاں اس کو لائیں گے ہم

بعدِ ترکِ تعلق کبھی بھول کر دل نہ اک دوسرے کا دکھائیں گے ہم
چار دن میں ہمیں بھول جاؤ گے تم چار دن میں تمہیں بھول جائیں گے ہم

نام لکھ کر ترا اپنی دیوار پر خوب سینے سے اس کو لگائیں گے ہم
آتشِ شوق جیسے بجھائے بنی آتشِ شوق ویسے بجھائیں گے ہم

راہ تکتا ہے جب مقصد زندگی کیسی مایوسیاں کیسی آزردگی
وہ نہ آئے نہ آئے مگر کم سے کم سو برس یونہی شمعیں جلائیں گے ہم

ہم کو طوفان کا ہے نہیں کوئی ڈر ہے بھروسہ ہمیں صرف اللہ پر
ڈوبنا ہی لکھا ہے مقدر میں گر تب تو ساحل پہ بھی ڈوب جائیں گے ہم

اپنی شانِ انا تو گرے گی نہیں کوئی تدبیر اس میں چلے گی نہیں
ساقِ فولاد ہرگز جھکے گی نہیں زور دو گے اگر ٹوٹ جائیں گے ہم

ہم کو کرنا نہیں شکوہ تشنگی ہم کو ہوگی نہیں حاجتِ میکشی
ہم کو اتنی نشیلی پلا دی گئی حشر تک ہوش میں اب نہ آئیں گے ہم

ہم بضد ہیں علیم اس کے دیدار پر اس نے جھنجھلا کے پردہ اٹھایا اگر
تب تو بے انتہا فکر کی بات ہے کیسے سورج سے آنکھیں لڑائیں گے ہم

☆☆☆
☆

غزل

غم میں بھی تبسم مرے ہونٹوں پہ سجا ہے
دنیا سے الگ میرے تڑپنے کی ادا ہے

آرام پسندوں کو نہیں اس کا پتہ ہے
کانٹوں کے بچھونے پہ جو سونے میں مزا ہے

دل درد سے بیحال ہے، غم حد سے سوا ہے
اللہ کی رحمت ہے ،حسینوں کی دعا ہے

اب آؤ کریں ختم یہ آپس کی شکایت
ہم دونوں میں ہے کون جو پابندِ وفا ہے

طوفاں سے پریشان ہیں کیوں اہلِ سفینہ
طوفان اگر ہے بھی تو ساحل کی عطا ہے

☆☆☆

☆

غزل برائے عید

پیار کی لے میں ہو نغمہ زن عید میں
ہر جبیں کی مٹا دو شکن عید میں

کاٹ دو بغض و نفرت کی ساری جڑیں
پھونک دو نفرتوں کے چمن عید میں

پیار کا ساری دنیا کو پیغام دو
بانٹ دو عید کا بانکپن عید میں

کوئی چہرہ تبسم سے خالی نہ ہو
کوئی دامن نہ ہو بے کرن عید میں

☆☆☆

☆

غزل برائے عید

لکھا کے آئے ہوں جب غم تو کیسے عید کریں
جو زندگی ہو جہنم تو کیسے عید کریں

کہاں کا جشنِ بہاراں کہاں کی بزمِ طرب
بچھی ہو جب صفِ ماتم تو کیسے عید کریں

نگاہِ یار پہ موقوف ہیں سبھی خوشیاں
نگاہِ یار ہو برہم تو کیسے عید کریں

پیامِ عید نیا پیرہن ہے تن پہ مگر
جگر کا درد نہ ہو کم تو کیسے عید کریں

جدھر نگاہ اٹھاؤ ہے روشنی لیکن
چراغِ دل جو ہو مدھم تو کیسے عید کریں

☆☆☆

☆

غزل برائے عید

زندگی بیتی ہے غم دیکھا کیئے ہم عید میں
برکتِ لوح وقلم دیکھا کیئے ہم عید میں

کون سنتا کون لیتا اپنی باہوں کے سلام
صورتِ اہل کرم دیکھا کیئے ہم عید میں

ان کی زلفوں کا تصور ذہن میں باندھے ہوئے
سنبلِ پیچاں کے خم دیکھا کیئے ہم عید میں

یاخدا زندہ رہے پھولوں کے چہروں کا نکھار
ان کی صورت کم سے کم دیکھا کیئے ہم عید میں

اپنے خوابوں کی حسیں وادی کے رنگیں فرش پر
آپ کے نقشِ قدم دیکھا کیئے ہم عید میں

☆☆☆

☆

غزل برائے ہولی

وہ اتنے پیار سے پیش آرہے ہیں ہولی میں
ہمارے ہوش اڑے جارہے ہیں ہولی میں

چمک رہا ہے تبسم سے چاند سا چہرا
ہمیں تو تارے نظر آرہے ہیں ہولی میں

گلے وہ ملتے ہیں ہر شخص سے سرِ محفل
حیا سے ہم تو گڑے جارہے ہیں ہولی میں

ہمیں ہے سخت تعجب جناب واعظ پر
بغل بتوں سے وہ گرمارہے ہیں ہولی میں

ہمیں نہیں ہے پتنگوں کے رنگ سے مطلب
ہم الجھی ڈور کو سلجھا رہے ہیں ہولی میں

محبتوں کا زمانہ چلا گیا اے علیم
روایتیں ہیں جو دوہرا رہے ہیں ہولی میں

غزل برائے ہولی

یا تو تم ترک کر دو خدا کے لئے اس تغافل کی عادت کو ہولی کے دن
یا تو میں اپنے ہاتھوں سے خود پھونک دوں اپنے خوابوں کی جنت کو ہولی کے دن
ان کے لفظوں سے حالانکہ نسبت نہیں ان کے چہرے کی رنگت کو ہولی کے دن
پھر بھی ہم سے نہ رکھتے اٹھاتے بنے اپنے دل کی مسرت کو ہولی کے دن
آپ ہی سوچئے میں کہاں پھینک دوں آپ کے غم کی دولت کو ہولی کے دن
آپ اوروں میں تقسیم کر دیجئے میرے حق کی مسرت کو ہولی کے دن
مسکراہٹ کی شمعوں سے چمکایئے اپنی تاریک قسمت کو ہولی کے دن
شادمانی کی پوشاک پہنایئے اپنے گھر کی مصیبت کو ہولی کے دن
ان کی بانہوں نے آواز دی ہے مجھے اب تو ترک تعلق نہ مجھ سے چلے
میرے اللہ تو مجھ سے اب چھین لے میرے احساسِ غیرت کو ہولی کے دن
بس بہت ہو چکا اب نہ کترایئے آیئے میرے سینے سے لگ جایئے
زندہ رکھنا ضروری ہے ہر حال میں پیار کی اس علامت کو ہولی کے دن
اے علیم اب نہیں ہے تمنا کوئی ان کی خوشیوں میں پنہا ہے میری خوشی
میں نے نغموں کے دو پھول پہنا دیئے ان کی محفل کی زینت کو ہولی کے دن

غزل برائے ہولی

شرم کی بات ہے کون اس میں بھلا، مجھ سے اتنا نہ کتراؤ ہولی کے دن
میرا ذمہ اگر کوئی انگلی اٹھے میرے ، سینے سے لگ جاؤ ہولی کے دن
جور کی تم سے عادت نہ چھوٹے اگر، کم سے کم کچھ بدل جاوء ہولی کے دن
آگ ہے میری تقدیر ہی میں اگر، آگ کے پھول برساؤ ہولی کے دن
بانگِ ناقوس میں بھی ہے سنجیدہ پن، ہے اذاں میں بھی ٹھہراؤ ہولی کے دن
آج شیخ و برہمن کو جیسے بنے ،ایک مرکز پہ لے آؤ ہولی کے دن
تم کو آخر نہ کیسے میں آواز دوں ،بات یہ ہے کہ میں دل سے مجبور ہوں
راز میرے چھپائے چھپے گا نہیں ،چاہے سولی پہ چڑھواؤ ہولی کے دن
اِس تغافل پہ اک روز پچھتاؤ گے، میری پرچھائیں تک بھی نہیں پاؤ گے
چاہے ہر سال تم اپنے کا جل بھرے، ان کٹوروں کو چھلکاؤ ہولی کے دن
اک تو امن ومحبت کا تیوہار ہے، پھر علیم اہل محفل کا اصرار ہے
رکھ کے پتھر غم دل پہ جیسے بھی ہو، گیت محفل میں برساؤ ہولی کے دن

☆☆☆
☆

''یوم آزادی ۷۳ء''

عمر بھر خشک اک آنسو نہ ہو آزاد تو ہیں
چین چاہے کسی پہلو نہو آزاد تو ہیں

ہم ہمیشہ سے اہنسا کے پجاری ٹھہرے
ٹھیک ہے قوتِ بازو نہ ہو آزاد تو ہیں

آسمانوں کو سنائیں گے ہم اپنے نغمے
اپنی آواز میں جادو نہ ہو آزاد تو ہیں

لب پہ ہے گوتم وچشتی کا تبسم اے علیم
روح میں پیار کی خوشبو نہ ہو آزاد تو ہیں

☆☆☆

☆

''یوم آزادی چھبیسواں سال''

وجد آ گئیں بہاروں کی منزل ملے اپنے گلشن کو چھبیسواں سال ہے
اس کا مطلب ہے یہ پارا پارا ہوئے تیرے دامن کو چھبیسواں سال ہے
کوئی آہٹ نہیں کوئی سایہ نہیں جس کو آنا تھا اب تک وہ آیا نہیں
آرزؤں کی شمعوں سے روشن کئے دل کے آنگن کو چھبیسواں سال ہے
ہم فریب خوشی میں کہاں آ گئے درد کم ہو گیا زخم کمبھلا گئے
ٹوٹ کر دل کی دھرتی پہ برسے ہوئے غم کے ساون کو چھبیسواں سال ہے
عہد فضل بہاراں کی تقدیر ہم جان تخریب ہم جان تعمیر ہم
صحنِ گلشن میں بنتے بگڑتے ہوئے ہر نشیمن کو چھبیسواں سال ہے
بات کس طرح آخر بناؤں گا میں اپنی منزل کو کیا منھ دکھاؤں گا میں
وقت کی نبض کا ساتھ دیتے ہوئے میری دھڑکن کو چھبیسواں سال ہے
میرے دل کو نہ اب تک تسلی ملی اے علیم اپنی بے چینیاں ہیں وہی
چھو کے کہہ دوں گا گیسوے پیچاں کو میں میری الجھن کو چھبیسواں سال ہے

☆☆☆

☆

☆

ناز آتا ہے حجاب آتا ہے ڈر آ تا ہے
ہائے اس شوخ کو کیا کیا نہیں کر آتا ہے
دیکھ لیتا ہوں میں جو ابروئے جاناں کی شکن
کل جو ہونا ہے مجھے آج نظر آتا ہے
میرے اس آنے کی تاخیر سے تم کیوں ہو اداس
صبح کا بھولا ہوا شام کو گھر آتا ہے

☆

یہ بات الگ ہے گلوں پر نکھار ہے کہ نہیں
سوال یہ ہے کہ وہ خود بہار ہے کہ نہیں
نہ تیرے آنے کی امید ہے نہ دل کو قرار
میں کیا کروں کہ ترا انتظار ہے کہ نہیں
میں سوچتا ہوں بتوں سے جو رنج پہونچا ہے
وہ رنج رحمتِ پروردگار ھے کہ نہیں

☆

جو میرے قلب میں جائے گزیں ہے
اسی بستی کے اندر ہے یہیں ہے
وہ بیحد خوبصورت ہے حسیں ہے
جواب اس کا زمانے میں نہیں ہے
بظاہر میں کہیں ہوں وہ کہیں ہے
بباطن فاصلہ بالکل نہیں ہے

☆

خوشا کہ دیکھ رہا ہوں یہ کون وقتِ سعید
کہ ہے زبانِ فلک پر زمین کی تائید
فسانئہ غمِ ہستی نہ ختم ہو شائد
کہ مختصر سی کہانی طویل تر تمہید
غم و نشاط سمٹ آئے ایک مرکز پر
کسی کی شامِ محرم،کسی کی صبحِ عید
تمیزِ خالق و مخلوق آج مشکل ہے
ہے آستانِ صنم پر جبیں سا توحید

قطعات

عید ۱۹۵۴ء

میرے لب پر ہنسی تو آئی نہیں
زندگی میری مسکرائی نہیں
ایسے آنے کو آئی عید مگر
حسبِ دلخواہ عید آئی نہیں

☆

اہلِ سرمایہ کے لئے ابتک
عیش و عشرت کا بندوبست ہے عید
اور مزدور کے لئے بھی ہنوز
ایک مانی ہوئی شکست ہے عید

☆

☆ہائے اے عید میری پیاری عید
چھوڑ دے میرے صبر کے اوراق
اے غضب منتشر نہ کر ظالم
مت اڑا دیکھ غمزدوں کا مذاق

قطعہ

پھل کے ساتھ بادِ صبا بھی بِکی
بعض اہلِ وفا کی وفا بھی بکی
کتنے لوگوں کو معلوم ہے اے علیمؔ
عاملوں کاملوں کی دعا بھی بکی

قطعہ

علیمؔ اپنی غزل جب تم سناتے ہو تو لوگوں کو
رگوں میں ایک بجلی موجزن معلوم ہوتی ہے
کرم آگیں نظر کی برکتیں ہم سے کوئی پوچھے
تمنا اب تو چوتھی کی دلہن معلوم ہوتی ہے

قطعہ

میں گلستاں سے گزر جاؤں بیاباں ہو جائے
تم بیاباں میں قدم رکھدو گلستاں ہو جائے
مرے رونے پہ بھی لے سانس نہ ظالم دنیا
تم ذرا ہنس دو تو کونین غزلخواں ہو جائے

قطعہ

پیار کی فضاؤں میں گھوم لو کہ ہولی ہے
دوستوں کی بانہوں میں جھوم لو کہ ہولی ہے
ہر شکن مٹانا ہے آج ان کے ماتھے کی
دشمنوں کے گالوں کو چوم لو کہ ہولی ہے

قطعہ

بن کے جشن حیات عید آئی
جھوم اٹھی کائنات عید آئی
غم نصیبوں کے گھر جب آئی مگر
لے کے کچھ حادثات عید آئی

قطعہ

اب تو بیکار دوا اور دعا ہے شاید
آج سب ختم مقدر کا لکھا ہے شاید
آخری سانس میں یہ آگ لگادی کس نے
یہ ترے سرخ دوپٹے کی ہوا ہے شاید

قطعہ

ہوش کی بات تم کو بتاؤں گا میں
زندگی کی کہانی سناؤں گا میں
تم ذرا ان درختوں کے نیچے چلو
کچھ حسینوں کی قبریں دکھاؤں گا میں

قطعہ

تبصرہ کوئی ان پر کریں گے نہ ہم
کچھ بھی ان کے کرم کو کہیں گے نہ ہم
درد پتھر کے زخموں میں اتنا نہ تھا
پھول کی چوٹ ہے اب بچیں گے نہ ہم

قطعہ

پیار کا راستہ چھوڑدیں آیئے
زندگانی کا رخ موڑدیں آیئے
ختم کردیں وفاؤں کی پابندیاں
اپنی اپنی قسم توڑدیں آیئے

قطعہ

کیف پرور فضاؤں میں کھو جایئے
عمر بھر کے لئے ان کے ہو جایئے
بھینے بھینے خطوں پر یہ کہتا ہے دل
ان مہکتے لفافوں میں سو جایئے

قطعہ

پھول جوڑے میں یوں مت سجایا کرو
عطر میں مت دوپٹہ بسایا کرو
وادیاں میرے خوابوں کی ویران ہیں
تم اکیلے دکیلے نہ آیا کرو

قطعہ

اشک آنکھوں میں آئے تو پی لیں گے ہم
آہ کے وقت ہونٹوں کو سی لیں گے ہم
اب تمہاری محبت کو اپنا سلام
بے محبت کے دنیا میں جی لیں گے ہم

قطعہ

زہر کے بول بھی ہیں اشکوں کی بارات کے ساتھ
آگ کے پھول بغلگیر ہیں برسات کے ساتھ
اک دعاء بھی نہ ہوئی سلسلہ بت میں قبول
مصلحت ہوگی کوئی قاضیء حاجات کے ساتھ

قطعہ

پھول ارماں کے کھِل جائیں پیارے وطن
چاک سینوں کے سل جائیں پیارے وطن
ہم بتائیں ہماری ہے کیا آرزو
تیری مٹی میں مل جائیں پیارے وطن

☆☆☆
☆

(منظومات)

سہرا

ہر دل کی تازگی ہیں یہ سہرے کے چند پھول　　مجموعہءِ خوشی ہیں یہ سہرے کے چند پھول
تصویرِ بیخودی ہیں یہ سہرے کے چند پھول　　پیغامِ آگہی ہیں یہ سہرے کے چند پھول
کلیوں کا اتحاد ہے آئینہء حیات　　ترتیبِ زندگی ہیں یہ سہرے کے چند پھول
جو پنکھڑی ہے اسکی ہتھیلی پہ نور ہے　　پونم کی چاندنی ہیں یہ سہرے کے چند پھول
نوشہ کے رخ کو چوم رہی ہیں مسرتیں　　کیا چیز واقعی ہیں یہ سہرے کے چند پھول
ماں باپ کی خوشی کی وضاحت میں کیا کروں　　آنکھوں کی روشنی ہیں یہ سہرے کے چند پھول
یونہی شگفتہ تا بہ قیامت رہیں علیم
جیسے کہ اس گھڑی ہیں یہ سہرے کے چند پھول

☆☆☆
☆

''نو جوان سے''

دماغوں میں مستی خیالات باطل
تصور میں رقصاں ہیں حورِ شمائل

گیا عیش و عشرت میں تو اتنا گھل مل
اذانوں کو سمجھا ہے جھنکارِ پائل

یہی تیرے اسلاف کے تھے مشاغل
جو ہیں آج معمول میں تیرے داخل

کہاں تک یہ مدہوشیاں جاگ غافل
ابھی منزلوں دور ہے تیری منزل

اڑاتی ہے قسمت تجھے چٹکیوں پر
کہ ہر موج کو تو سمجھتا ہے ساحل

ترے دست و بازو کے ہوتے ہوئے بھی
لگی ہائے ایماں میں زنجیرِ باطل

تری زندگی بھی یہ کیا زندگی ہے
نہ مرنے کے لائق نہ جینے کے قابل

اگر آج تو چل عمل کے چلن پر
تو آسان ہو جائے ہر امر مشکل

براہیمؑ کا تجھ میں آجائے ایماں
تو شعلے پہن لیں لباس گلستاں

☆☆☆
☆

طوائف ''۱۹۵۰ء''

وہ دستِ مشیت کی نایاب صنعت وہ تخلیقِ انسان کی روشن حقیقت
وہ آدم کے آغوش کی زیب وزینت زبانِ جہاں میں جسے کہئے عورت
وہ عورت وہ آئینہ دار حقیقت وہ انساں کا گنجینۂ بیش قیمت
وہ عورت وہ سر چشمۂ جاذبیت بنا کر جسے مسکرائی مشیت
جو سیتا کے قالب میں برسوں رہی ہے جو کہلائی ہے مریمؑ پاک طنیت
لباسِ زلیخا میں جس نے جہاں کو کیا آشنائے رہ ورسمِ الفت
جو لیلیٰ کے محمل میں مستور ہوکر بنی قیس کی رہنمائے طریقت
جو مہوال کی سوہنی میں بسی تھی دیا ہند کو جس نے درسِ محبت
قبا رانی جھانسی کی جس نے پہن کر دکھا دی جہاں کو وطن کی محبت
پلے گود میں جس کی حمزہؓ وحیدر فلک نے بھی محسوس کی جن کی قوت
ہوئے بطن سے جس کے بھیم اور ارجن نہ بھولے گی تاریخ جن کی شجاعت
عمرؓ ابن خطاب کو جنم دے کر سکھائی ہے دنیا کو جس نے عدالت
کھلی جس کے آغوش میں چشم گاندھی وجودِ جنا جس کا مرہونِ منت

کیا جس نے پستی کو صدر شکِ رفعت
وہ اعزازِ انساں کا نایاب موتی

امینِ محبت مجسم شرافت
وہ عورت وہ انسانیت کا سراپا

مگر وائے افسوس آج اس کی حالت
وہ اتنی روایاتِ اعلیٰ کی حامل

محبت سراپا ہے غرقِ ندامت
کہ انسانیت سسکیاں لے رہی ہے

گڑی جاتی ہے دیکھ کر اس کو غیرت
شرافت کا منھ فق ہوا جا رہا ہے

گریباں دریدہ ہے آج اس کی عصمت
حیاؤں کو آتے ہیں ٹھنڈے پسینے

صد افسوس ہے آج چکلوں کی زینت
وہ عورت وہی نازشِ شانِ انساں

طوایف جسے آج کہتی ہے دنیا
ہے رخسار انسانیت پر طمانچا

☆☆☆
☆

''مالن''

یاد ہے یاد ہے وہ سہانی سحر پڑ رہی تھی ابھی ہلکی ہلکی کہر
رنگ و بو سے تھی معمور ساری فضا لڑکھڑاتے قدم چل رہی تھی ہوا
وجد میں تھے شجر جذب میں ڈالیاں یادِ خالق میں مصروف تھیں پتیاں
طائران گلستاں تھے تسبیح خواں اک صدا کوئی تھی پی کہاں پی کہاں
ایک گوشے میں میری نظر جو گئی ایک مالن نظر آئی رشکِ پری
بکھری بکھری سی شانوں پہ زلفِ دوتا جیسے ساون کی بدمست کالی گھٹا
حسنِ کافور رو، سیم تن ، کامنی جیسے ساغر میں بھر دے کوئی چاندنی
رہزن دین وایمان وصبر و سکوں کم روش حسن معصوم ،یوسف نگوں
پھول چنتی ہوئی مسکراتی ہوئی بے نیازِ الم گنگناتی ہوئی
چوڑیوں کی فضاؤں میں پیہم کھنک شاخ صندل میں اک والہانہ لچک
بجھ نہ پائی تھی نظروں کی تشنہ لبی مجھ کو ایسے میں کمبخت چھینک آ گئی
چونک اٹھی یک بیک ایسے وہ سیم تن جیسے بندوق کا فیر سن لے ہرن
ایک بجلی فضاؤں میں لہرا گئی مجھ کو چھو کر نظر جھٹ سے کترا گئی
دوڑیں رخ پر مجھے دیکھ کر سرخیاں گر گئی دودھ میں دفعتاً ارغواں
کھینچ کر سر پہ شانوں سے جھٹ اوڑھنی ہولے ہولے قدم چل پڑی کمسنی
حسنِ مالن نہ تھا پیکرِ نور تھا بھیس بدلے ہوئے جلوۂ طور تھا
اس قدر حسن یارب اگر عام ہے دینِ وایماں بچانا بڑا کام ہے

''بھلا تو ہی بتا''

اے مری روحِ رواں میری امیدوں کے سراب!
میرے افلاکِ تخیل کے درخشاں مہتاب!
کسی شاعر کے خیالات کی رنگین کتاب!
اور انگڑائیاں لیتا ہوا وہ مست شباب!

کیسے کردوں میں فراموش بھلا تو ہی بتا!
آج بھی میرے تخیل میں بسیرا ہے ترا

رخِ پر نور وہ میرا صفتِ بدرِ منیر
وہ تری مست نگاہوں کے چلن شوخ و شریر
تیرے ہونٹوں پہ وہ ہلکے سے تبسم کی لکیر
خون آشام لپکتی ہوئی گویا شمشیر

کیسے کردوں میں فراموش بھلا تو ہی بتا
آج بھی میرے تخیل میں بسیرا ہے تیرا

گیسوئے سیاہ کے گہوارے میں گلگوں رخسار
بدلیوں میں مئے گل رنگ کے شیشوں کا نکھار
کروٹیں وہ ترے آنچل کی فضا میں سو بار
وہ تری چال کا انداز قیامت کا شعار.

کیسے کردوں میں فراموش بھلا تو ہی بتا
آج بھی میرے تخیل میں بسیرا ہے تیرا

لاکھ قربان سویرے مری ان شاموں پر
فرش آنکھیں رہا کرتی تھیں تری راہوں پر
چھپکے آنا ترا پیچھے سے مرے شانوں پر
اور لرزتے ہوئے وہ ہاتھ مری آنکھوں پر
کیسے کردوں میں فراموش بھلا تو ہی بتا
آج بھی میرے تخیل میں بسیرا ہے ترا

قہقہہ ماریاں تری وہ مرے کانوں میں
گھنٹیاں بجنے لگیں جیسے صنم خانوں میں
ایک انگڑائی کا احساس سا ارمانوں میں
ایک بجلی کا گذر خون میں شریانوں میں
کیسے کردوں میں فراموش بھلا تو ہی بتا
آج بھی میرے تخیل میں بسیرا ہے ترا

تیرا کہنا ہے بھلادوں میں وہ باتیں لیکن
وہ حسیں دن وہ حسیں چاندنی راتیں لیکن
شرم اور شوق کی پرلطف کی گھاتیں لیکن
اور خصوصاً تری چھلکی سی وہ آنکھیں لیکن
کیسے کردوں میں فراموش بھلاتو ہی بتا
آج بھی میرے تخیل میں بسیرا ہے ترا

دورِ ماضی کی ایک جھلک (۴۹ء)

وہ کیا سردی کی گھڑیاں تھیں دسمبر کا مہینہ تھا
رواں بحرِ محبت میں کہ جب دل کا سفینہ تھا

بڑے دن کی وہ تعطیلیں کچھ ایسا رنگ لاتی تھیں
وہ خوابیدہ جو تھے جذبات ان کو بھی جگاتی تھیں

کسی کا اپنی محفل میں وہ آغاز آنے جانے کا
تکلف گفتگو میں اور ہر اک سے شرم کھانے کا

وہ ہر دم محفلیں عیش وطرب کی گرم رہتی تھیں
فضائیں مسکرا کر کے مبارکباد کہتی تھیں

حجابات تکلف کا وہ رفتہ رفتہ اٹھ جانا
تکلف کی جگہ وہ رنگِ بے باکی کا آجانا

انہیں خوشیوں میں پھر اک یومِ تخریبِ خوشی آیا
دسمبر کا مہینہ بیتا ماہِ جنوری آیا

جو بیتی چھٹیاں تو مدرسے بھی کھل گئے سارے
انہیں جانا تھا اور روتے تھے سب تقدیر کے مارے

کہا سب سے سبھوں نے یہ کہ اب وقتِ وداعی ہے
کوئی دل بستگی ہو جائے جب داغِ جدائی ہے

کوئی اچھا ڈرامہ ہو یہی محفل میں طے پایا
تخیل ہی تھا کچھ ایسا کہ ذرہ ذرہ اترایا

کیا مجبور جب سب نے انہیں کردار کرنے کو
تو وہ راضی ہوئے مشکل سے دل پر وار کرنے کو

کیا کردار کچھ ایسا کہ ہم بتلا نہیں سکتے
اداکاری ونغمہ باریاں دہرا نہیں سکتے

غرض وہ دوسرے دن چل دیئے ارماں کچل کر کے
ہزاروں آرزوئیں رہ گئیں دل میں مسل کر کے

یہاں یہ جذبۂ دل نام لکھ لکھ کر مٹاتے تھے
جو تھے نا آشنا رونے سے وہ آنسو بہاتے تھے

گیا رنگیں زمانہ اور دورِ سادگی آیا
مہینہ جنوری گذرا وہ ماہِ فروری آیا

اسی ماہِ مبارک میں اک ان کا خط بھی آیا تھا
کہ ہر روتا ہوا جس سے یکایک مسکرایا تھا

نہ ہی مارچ اور اپریل میں پھر کوئی خط آیا اس اک طرزِ تغافل نے ہر اک کے دل کو تڑپایا
مئی آئی خزاں دیدہ گلستاں میں بہار آئی فضا شاداں ہوئی بادِ صبا دوبارہ اترائی
وہی منظر وہی جمگھٹ وہی ارکان محفل تھے وہی خوشیاں وہی رنگ تھا وہی سب صاحب دل تھے
مئی تو کٹ گئی خوشیوں میں ساری ماہ جون آیا کہ اک کو دیکھ کر پھر ایک کی آنکھوں میں خون آیا
اس ماہ نحس میں ہو گئیں باتیں عجیب پیدا کہ تھے یکجان جو کل آج ان میں تھے رقیب پیدا
لڑا دیں ایک کو اک سے یہی بس ان کی خواہش تھی مٹانا چاہتے تھے وہ کہ جو رنگیں تراوش تھی
یہی تھی وجہ جس سے رہ گئے بے خانماں ہو کر جدا ہو کر جیئے اور آہ وہ بھی نیم جاں ہو کر
مدرسے کھل گئے جولائی میں اور چل دیئے وہ بھی غرض سب لگ گئے کاموں پہ اپنے اپنے تھے جو بھی
پریشاں نیم جاں ہیں مضطرب ناشاد اب بھی ہیں یوں اچھن اور بن چھمؤ وشمشاد اب بھی ہیں

تمنا ہے نہ اب کچھ شکوہٗ و فریاد باقی ہے
بس اتنا ہے کہ ان لمحات کی کچھ یاد باقی ہے

☆☆☆
☆

”.......مدھوبالا سے ستمبر ۱۹۵۱ء“

او مدھوبالا او صدرشکِ حسینانِ جہاں
قالب فن کی اے ممتاز رگِ روح رواں
آج کل کتنی تو مغموم نظر آتی ہے
تیری حالت بڑی مذموم نظر آتی ہے
محوِ ماتم ہے وہ دل کل تھی جہاں چہل پہل
تیرے ارمانوں کے مسمار ہوئے شیش محل
اس نے کیسا دیا افسوس کہ دھوکا تجھ کو
کبھی معیارمحبت پہ نہ پرکھا تجھ کو
تیری الفت کا مذاق آج اُڑایا اس نے
کامنی کو بھی تھا جیسے کہ ستایا اس نے
توپسند کرتی جو اپنے لئے ویسا ماحول
گود میں تیری بھی ہوتا کوئی ننھا راہول
دیکھ کر اوروں کے رومان ومحبت خوشحال

دلِ معصوم کو تیرے ہوا کیوں اتنا ملال
راج ونرگس کی ہوسناک محبت ہی نہ دیکھ
شوبھا کے دلِ پر درد کی حالت بھی تو دیکھ
کل تلک جو کہ تھی محبوب کے دل کی شہزآر
آج ہے قابل افسوس وہی ہستی زار
تجھے درکا رہوگر آج بھی اک پریم کا دیپ
چپے چپے میں ملیں گے تجھے صد لاکھ دلیپ
پرگوارہ نہ کرے گی یہ تری طبع غیور
''فرض اور عشق'' کو کرنا ہے تجھے کیونکہ عبور
اور جب تجھ کو یہ اقدام گوارہ ہی نہیں
پھر تو اب صبر کے اور کوئی بھی چارہ ہی نہیں
گرمداوا ہے کہ کچھ اس کا تو تغافل ہے اب
تیرا ہمدرد کوئی ہے تو تحمل ہے اب

☆☆☆

☆

''پانچ سال بعد''

آج ان کو جو میں پیشِ نظر دیکھ رہا ہوں
دیکھا نہیں جاتا ہے مگر دیکھ رہا ہوں

یہ چہرۂ پرنور میں زردی کی حلاوت
چاندی کی قلمرو میں یہ سونے کی بغاوت

گہوارۂ گیسومیں بھی پیشانی ہے پُرغم
ظلمات کی سرحد میں سکندر کا یہ عالم

وہ شانِ خط ابروئے خمدار نہیں ہے
تلوار میں اب جوہر تلوار نہیں ہے

آنکھوں میں وہ شوخی ہے نہ وہ برق نمائی
ہے دستِ متانت میں شرارت کی کلائی

رخساروں کو ہے گردِ مصائب سے گرانی
پھولوں کو نہیں یاد بہاروں کی کہانی

ہونٹوں میں بھی وہ حکمتِ گفتار نہیں ہے
اب نطق کی پازیب میں جھنکار نہیں ہے

وہ پاؤں ابھی کل جو اٹھاتے تھے قیامت
آج اٹھنے میں ان کے ہے عجب ضعف ونقاہت

جلوہ ہے مگر جلوہ نظر کوش نہیں ہے
بادہ ہے مگر بادۂ سرجوش نہیں ہے

انگاروں کی لپٹیں کہاں اک پھول کی ہستی
افلاس کا طوفان کہاں حسن کی کشتی

''ایک شام''

حیاتِ دھر میں اک خوبروسروش کی شام   شرابِ حسن کے سرمست بادہ نوش کی شام
لطیف شام! عجب جوش اورخروش کی شام   اور ایک کافرِ زلف سیہ بدوش کی شام
اُس ایک شام کی حالت کسی کو کیا معلوم

کوئی تھا بام پہ محوِ خرام باانداز   قدم قدم پہ ادا اور ادا ادامیں ناز
وہ گنگنا .نے کی مدھم سی زیرلب آواز   قدم کے رکنے پہ پائل کا ہلکا ہلکا ساز
کسی کے دل پہ قیامت کسی کو کیا معلوم

وہ رُعبِ حسن کہ تھرائیں جس سے حورو ملک   وہ تابِ حسن کہ بیتاب جس پہ ماہ تلک
اٹھائی اس نے یکایک جواس طرف کو پلک   دکھائی دی لبِ لعلیں سے موتیوں کی جھلک
دلِ غریب کی حالت کسی کو کیا معلوم

نگاہ پھر جو اٹھی سرے بام کوئی نہ تھا   بجھائے تشنہ لبی ایسا جام کوئی نہ تھا
نہ ساز ونغمہ تھے ،محوِ خرام کوئی نہ تھا   سوا مچلنے کے بس دل کا کام کوئی نہ تھا
نگاہِ ناز کی لذت کسی کو کیا معلوم

نہ کیف زاہیں فضائیں نہ جانفزا ہے نسیم   صبا کے جھونکومیں آتی نہیں ہے بوئے شمیم
سکوں نہ چین ہے پہلا سااور نہ لطف عمیم   بدل دی ایک جھلک نے ہی زندگی بھی علیم
جنابِ عشق کی برکت کسی کوکیا معلوم

”اکسیڈینٹ“

ایک عورت رشکِ صد دوشیزگاں پر کہنہ سال
برقوش مشاق قاتل عاشقاں چنچل خصال

مدتوں سے ہو رہا ہے منقسم جس کا شباب
ایسی مینا جس کی تہ میں اب نہیں باقی شراب

وہ عمارت خستہ و برباد جس کے کچھ نشاں
کہہ رہے ہیں رفعتِ ماضی کی پیہم داستاں

ایسا گل مرجھا چکی ہیں جس کی ساری پتیاں
ایسا دامن اڑ رہی ہیں جس کی اب تک دھجیاں

رہبرِ راہ ضلالت مرجعِ لطفِ گناہ
ہر ادا تولی ہوئی ناپی ہوئی ہر ہر نگاہ

جس کے گیسو شانہ اغیار پر لہرا چکے
جس کی چشم ناز کے سب تیر اب زنگ کھا چکے

میلۂ شمشیر میں میں گھومتا تھا ناگہاں
اک گرفتِ نرم پیروں میں ہوئی حلقہ کناں

پاؤں ٹھٹکے ہوش چونکے آنکھ اٹھی بے اختیار
ایک افسردہ کلی پر تھا تبسم آشکار

وہ تبسم جس میں مشکل تھا وفاؤں کا سراغ
وہ تبسم ہچکیاں لے جس طرح سحری چراغ

وہ تبسم جس سے بے گانہ تھی ماں کی مامتا
وہ تبسم چھن رہی تھی جس کے پردوں سے ریا

وہ تبسم تھا کہ جس میں سادگی مفقود تھی
وہ تبسم جس میں اک بالغ طلب مقصود تھی

میرے استفسار پر وہ ناز سے کج کھا گئی
پان تو نکلا زباں سے اور پھر شرما گئی

پان میں نے ایک بچے سے اسے منگوا دیا
ساتھ کے چلنے پہ میں نے ہاں کہا اور چل دیا

منتشر عقل و خرد تخیل میں اک زیر و بم
گھر کی جانب اٹھ رہے تھے میرے تیزی سے قدم

چلتے چلتے دفعتاً جو مڑ کے ڈالی ہے نظر
ایک سایہ آ رہا تھا میرے پیچھے تیز تر

سانس میں پھندا پڑا تخیل جھٹکا کھا گئی
ہوش نے تولے جو پر احساس پر بجلی گری

اب جو دیکھا وہ ہی صورت جانی پہچانی ہوئی
ایک لمحہ رہ کے چپ گرم گل افشانی ہوئی

بات کیا ہے کیوں خفا ہو کچھ بتاؤ تو ہمیں
تم کو ہم سے ہے محبت ہم سے نفرت ہے تمہیں

یہ مقدر ہی ہے پھوٹا ہے تمہاری کیا خطا
جس سے ہم نے کی محبت بے وفائی کر گیا

اتنا کہہ کر آ گئے دو اشک پلکوں کے قریب
تھی ادا خودساختہ لیکن نہایت ہی عجیب

دفعتاً آہٹ ہوئی کچھ اور وہ کہنے لگی
"دیکھو کل آنا تم" اچھا کہہ کے وہ رخصت ہوئی

دوسرے دن وہ بلاوے پر بلاوے الاماں
دل مرا اب اور زیادہ ہو رہا تھا بدگماں

تیسرے دن بھی بلاؤوں کا وہی عالم رہا
سچ جو پوچھو سنتے سنتے دل مرا گھبرا گیا

سوچ کر کچھ میں نے فوراً ہی ارادہ کر لیا
پردۂ ظلمات کی جانب سکندر چل دیا

اپنی نفسیات کی کچھ آزمائش کے لئے
جرأتِ بے ساختہ کی کچھ ستائش کے لئے

جس گھڑی پہونچا ہوں جا کر منزل مقصود پر
سنگِ در پر جلوہ فرما تھی وہ باصد کر و فر

ہاتھ میرا تھام کر جلدی سے اندر رخ کیا
میں بھی خاموشی سے اس کے ساتھ اندر آ گیا

جا رہے تھے لوٹ کر میلے سے گھر کو راہ گیر
راستے بھر پر نظر آتا تھا اک جمع غفیر

راہ کے دو دو قدم اک اک قدم کرتا ہوا
دس بجے ہوں گے کہ میں بستر پہ آ کر گر پڑا

جلوہ فرما تھی نظر کے سامنے وہ اشک بار
گونجتا تھا کان میں لفظِ محبت بار بار

کون الفت جس کو کہتا ہے زمانہ زندہ دار
ہر بگولہ نجد کا ہے جس کی اب تک یادگار

کون الفت؟ جس میں پتھراتی ہے انساں کی نگاہ
کون الفت؟ مصر کے بازار ہیں جس کے گواہ

دل میں کچھ بے چینیاں تھی ذہن میں اک انتشار
کیا کروں اور کیوں کروں کیسے کروں پروردگار

الجھنیں جب بڑھ چکیں حد سے تو پھر کم ہو گئیں
رفتہ رفتہ نیند کی چادر میں مدغم ہو گئیں

''میزانِ حسن''۱۹۵۱ء

(حسب فرمائش جناب مولوی معین الدین صاحب عرف چھبن ساکن کرسی)

ایک دوشیزہ وہ انواری کی اک چنچل خصال
اک جھلک دیکھا ہے اب تک جس کا روئے پر جمال
نام جس کا ثوبیہ رشک قیامت جس کی چال
ماہرِ فنِ جراحت بے نیازِ اندمال

حسن سے جس کے عیاں خالق کے فن کی شان ہے
جس کی صورت دیکھ کر ہر آئینہ حیران ہے

جس کی زلفوں میں سیاہی ہے شب دیجور کی
جس کی پیشانی پہ رقصاں ہیں شعاعیں نور کی
جس کی آنکھوں میں چمک ہے گویا برقِ طور کی
اس کے آگے کیا حقیقت ہے پری کی حور کی

یوں تو انواری میں ہیں سب آفتاب و ماہتاب
پر ہے جچتا اس پہ سرتاجِ حسیناں کا خطاب

☆☆☆

☆

''بکمال عجلت''

(برائے جشن ۱۵/اگست ۱۹۵۳ء حسب فرمائش طیش مارمروی)

لو آگیا یوم آزادی وہ نقش گہ خود آرائی
پھر ہنسنے لگا ذرہ ذرہ ہر شے پہ جوانی لوٹ آئی
پھر پھول کھلے گلشن مہکا پھر لی ہے فضا نے انگڑائی
پھر بربط کیف و امنگ بجا پھر زلفِ مسرت لہرائی

صد شکر خدا صد شکر خدا اللہ نے یہ دن دکھلایا
پھر قصرِ وطن پر از سرنو لو آج ترنگا لہرایا

یہ دن ہے غلامی کی جس دن ٹوٹی تھیں تڑاتڑ زنجیریں
آزادیِ انساں کی جس دن چمکی تھی وطن میں تنویریں
یہ دن ہے وہ خواب باپو کی پوری ہوئیں جس دن تعبیریں
یہ دن ہے وہ دن جب انسان نے تدبیر سے بدلیں تقدیریں

صد شکر خدا صد شکر خدا اللہ نے یہ دن دکھلا دیا
پھر قصرِ وطن پر از سرنو لو آج ترنگا لہرایا

☆☆☆

☆

’’نیا سال ۔۱۹۵۴‘‘

نیا سال سن چون آیا
نئی بہاریں لایا

نیا سویرا نیا اجالا نئی نئی یہ ہوائیں
نئی امنگیں نئی کلیاں نئی نئی آشائیں

مرا انگ انگ لہرایا
نیا سال سن چون آیا

سمٹ گئے اندھیارے جیسے پھیل گیا اجیارا
نکھرا نکھرا چندرماں ہے دھلا دھلا ہر تارا

ہر گل بوٹا بل کھایا
نیا سال سن چون آیا

ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چلے اور کوئل گیت سنائے
ایسے میں بن ساجن کے بھی جیا نہیں گھبرائے

ہر ذرہ ہے اترایا
نیا سال سن چون آیا

''محبت''

حسب ارشاد ضیا ذکر صنم کرنا ہے
آج عنوانِ محبت پہ رقم کرنا ہے
کچھ محبت کے حقائق میں عیاں کرتا ہوں
ان نگاہوں نے جو دیکھا ہے بیاں کرتا ہوں
راہِ الفت میں کوئی بکر نہیں زید نہیں
یہ وہ منزل ہے جہاں عمر کی بھی قید نہیں
پینے والے ہوں تو نینوں کی شرابیں ہیں بہت
پڑھنے والے ہوں تو چہروں کی کتابیں ہیں بہت
بوڑھے مکھڑوں کو بھی میک اپ سے دمکتے دیکھا
خشک سینوں سے بھی آنچل کو سرکتے دیکھا
خالہ جانوں کا لچکتا ہوا اندازِ خرام
آپا جانوں کی نگاہوں میں گناہوں کا پیام
بھابھیاں شہر میں الفت کی سبھی عادی ہیں
سالیاں ہیں کہ تمناؤں کی شہزادی ہیں
ہرطرف ماہ جبینوں کی نقابیں ہیں اٹھی
ہر طرف شوخ تبسم کی دکانیں ہیں سجی
پیار آنگن میں بھی روزن میں بھی دیوار میں بھی
پیار ہی پیار محلے میں بھی بازار میں بھی
رہ گیا کوئی بھلا پھر غم ہجراں کا سوال
اوڑھتے حسن کو ہیں لوگ بچھاتے ہیں جمال

آہِ غمگیں نہ کوئی نالۂ دل سوز ہے اب
وعدۂ فردا نہیں وعدۂ امروز ہے اب

اک طرف خاک اڑانے میں بھی دشواری ہے
دوسری بات کہ اب دشت بھی سرکاری ہے

قیس بن کر کوئی بیگانۂ فیشن کیوں ہو
مفت میں چاک ٹرالین کا دامن کیوں ہو

یوں ہی گھر بیٹھے نگاہوں کے پیام آتے ہیں
ہر گھڑی تازہ گلابوں کے سلام آتے ہیں

اتنا ہنگام محبت ہے کہ الجھن ہے مجھے
زلفِ پرخم کے بھی اب نام سے الجھن ہے مجھے

شہرہ چشم حسیناں کا اثر لگتا ہے
اب مجھے آم کی پھانکوں سے بھی ڈر لگتا ہے

جب تھا ارمان بھرا تب بھی جواں تھے یہ لوگ
جب میرے پیار کے دن تھے تو کہاں تھے یہ لوگ

کوئی بتلادو کہ کیا لائق تبداد ہوں میں
گھر میں زندہ ہیں ابھی صاحب اولاد ہوں میں

''میرے اللہ برائی سے بچانا مجھ کو
نیک جو رہ ہو اسی رہ پہ چلانا مجھ کو''

☆☆☆

☆

''وطن کی محبت''

تجھ پہ صدقے یہ جاں تجھ پہ صدقے یہ من
کتنی پیاری ہے تو اے زمینِ وطن

تجھ میں کشمیر کی جنتوں کے مزے
تجھ میں پنجاب کی ہیر کے زم زمے
تجھ میں بنگال کی زلف کے سلسلے
ترے سینے سے پھوٹے ہیں گنگ وجمن
کتنی پیاری ہے تو اے زمینِ وطن

تجھ پہ جھانسی کی رانی تصدق ہوئی
چاند بی بی ترے نام پر مرمٹی
لاج رکھ کر تری جل مری پدمنی
اور جبیں پر کسی کے نہ آئی شکن
کتنی پیاری ہے تو اے زمینِ وطن

تیرے بیٹوں نے قسمیں یہی کھائی ہیں
جتنے ہندو مسلمان ہیں سب بھائی ہیں
سب علیم اب وطن کے ہی شیدائی ہیں
جن کے لب پر ترے گیت ہیں موجزن
کتنی پیاری ہے تو اے زمینِ وطن

ختم شد